اسرارِ خطبۂ نکاح

تالیف

حضرت شاہ صوفی غلام محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ناشر

حضرت مولانا شاہ محمد کمال الرحمٰن صاحب قاسمی دامت برکاتہم

اسرار خطبۂ نکاح

مولف

حضرت شاہ صوفی غلام محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ناشر

حضرت مولانا شاہ محمد کمال الرحمن صاحب دامت برکاتہم

تفصیلات کتاب

نام کتاب	:	اسرار خطبۂ نکاح
مؤلف	:	حضرت شاہ صوفی غلام محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ
صفحات	:	48
تعداد	:	300
سن اشاعت	:	جمادی الاول ۱۴۳۶ھ - مارچ ۲۰۱۵ء
کمپوزنگ	:	خادم الاولیاء، احقر العباد سید عبدالسلام شکیل
طباعت	:	عائش آفسیٹ پرنٹرس متصل مسجد رضیہ، روبرو فائر اسٹیشن، ملک پیٹ، حیدرآباد۔۳۶...... 9346338145, 7207164256, 65871440
قیمت	:	

ملنے کے پتے

(۱) بہ مکان حضرت مولانا شاہ محمد کمال الرحمن صاحب قاسمی دامت برکاتہم
H.No.19-4-281/A/39/1, P.O.FALAKNUMA,NAWAB SAAB KUNTA,
NEAR SALEHEEN COLONY, HYDERABAD.53,A.P.INDIA

انتساب

احقر اپنی اس پیشکش کو ان دو نور کی پتلیوں کے نام (صحابیات) کے نام سے معنون کرتا ہے۔

جن میں سے ایک نے اپنے نکاح کے مہر کو اسلام قرار دیا تھا اور دوسری نے حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتخاب کو اپنے اہل خانہ کے انتخاب پر ترجیح دی تھی۔

غلام محمد

فہرستِ مضامین

عنوان

۱۔تعارف	محمد عبدالحیٔ صاحب، ایم۔اے
۲۔حرفِ آخر	فقیر محمد عبدالقیوم جاوید
۳۔خطبۂ نکاح	حضرت الحاج شاہ صوفی غلام محمد صاحب قبلہ مدظلہٗ
۴۔انقلابی دن	مولانا کمال الرحمن صاحب ندوی
۵۔انعامی شادی	محمد عبدالحیٔ صاحب ایم۔اے
۶۔پیامِ زندگی (نظم)	فقیر محمد عبدالقیوم جاویدؔ
۷۔دینی شادی	حضرت الحاج محمد عبدالرحیم صاحب دردؔ
۸۔کمال کی شادی	حضرت الحاج محمد عبدالرحیم صاحب دردؒ
۹۔جمال کی شادی	حضرت الحاج محمد عبدالرحیم صاحب دردؒ

OOO

تمہید

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم اما بعد

کتاب ہذا موسومہ -''اسرار خطبۂ نکاح''-حضرت صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حین حیات زیور طبع سے آراستہ ہو چکی ہے، عرصہ سے نایاب تھی، قدیم وجدید ساتھیوں کے اصرار پر اس کو دوبارہ شائع کیا جا رہا ہے۔

امید ہے کہ عوام وخواص حضرتؒ کی طرح بلند ہمت ہو کر شادی کو آسان کرنے کی سعی فرمائیں گے۔ اللہ رب العزت اس کا نفع عام وتام فرمائے۔ آمین

والسلام

محمد کمال الرحمن

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علی رسولہ الکریم

تعارف

لیجئے ''اسرارِ خطبۂ نکاح'' پیشِ خدمت ہے۔ سلسلہ عالیہ کمالیہ کے ایک خوش گفتار و خوش کردار اور مستغرقِ حال بزرگ حضرت الحاج شاہ صوفی غلام محمد صاحب قبلہ مدظلہٗ کی چوتھی تصنیف جو ''کلام غلام''، ''تبرکات حرمین'' اور ''متاعِ کمال'' کے بعد اُفقِ اشاعت پر جلوہ گر ہونے کو ہے، یقین ہے کہ یقین و عمل کی کائنات میں انقلاب آفریں ثابت ہوگی۔

اِس تصنیف کے ظاہری خد و خال کی نسبت کچھ عرض کرنا، زبان و بیان پر قلم آرائی کرنا، معیارِ ادب پر رائے زنی کرنا یا کتابت و طباعت کے متعلق کچھ کہنا اسلئے ضروری نہیں معلوم ہوتا کہ یہ کام نقادانِ ادب کا ہے۔ یہ خدمت اہل خدمت سے بھی ہو سکتی ہے لیکن بقول علامہ اقبالؒ

قناعت نہ کر عالمِ رنگ و بو پر
چمن اور بھی آشیاں اور بھی ہیں

احقر جس جانب قارئین کی توجہات کو مرکوز کرنا چاہتا ہے وہ ہے کتاب کا باطنی پہلو جو اس کے ظاہر سے کہیں زیادہ وزنی قیمتی اور قابلِ قدر ہے۔ حیاتِ انسانی کے مقصودِ اعلیٰ سے واقف کرانے والا اور اس مقصود کے حصول کے لئے دیوانگی اور جنون عطا کرانے والا ہے۔

اس مختصر سی تمہید کے بعد تعارفاً عرض ہے کہ زیرِ نظر تصنیف ''اسرارِ خطبۂ نکاح'' وہی خطبۂ مسنونہ ہے جس کی سعادتِ ظاہری سے اُمت کی ہر محفل نکاح مزّین رہی ہے۔ لیکن اُس کی حرارتِ معنوی سے استفادہ تقریباً مفقود ہے۔ جن آیات و احادیث پر خطبۂ نکاح مشتمل ہے، صرف ہمارے کان اُن سے آشنا ہیں۔ ہمارے دل خواہشات نفسانی سے لبریز ہیں اور ہمارے اعضاء طبعاً دل کے تابع اور فرماں بردار ہیں۔ ہر حقیقت جو دل تک پہنچتی ہے اعضاء و جوارح

کے ذریعہ ضرور اعمال میں نفوذ کرتی ہے۔ یہ ہماری کم نصیبی ہے کہ خطبۂ نکاح میں چھپے ہوئے حقائق و اسرار کی آگ ہمارے دلوں تک نہ پہنچ سکی۔ اگر پہنچ جاتی تو خواہشات نفسانی کے اُس خس وخاشاک کو جلا کر خاکستر کر دیتی جس کے نیچے اُمت کی اکثریت کے ایمان کی آخری چنگاری بجھنے کے قریب ہے۔ نکاح کی بیشتر محفلیں ایسی ہیں جن کے نیچے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مبارک سنتیں مدفون ہوتی ہیں۔ عوام اِن محفلوں میں خوش ہیں اس لئے کہ نفس کی خواہشات کی تکمیل ہورہی ہے۔ علماء میں بعض صرف مغموم ہیں۔ بعض صرف زبانی ہدایت میں مصروف ہیں اور بعض اپنی استعداد کے مطابق عملاً سنتوں کے احیاء میں منہمک ہیں اور ساتھ ہی دعوتِ احیاءِ سنت کا کام بھی کررہے ہیں۔ جس کی زندہ مثال حضرت مصنف مدظلہٗ کی زندگی ہے جن کی جنوبی ہند کے ماحول میں حضرت ممدوح کی زندگی ایک جانب ایک شعلۂ جوالا ہے۔ جو مشرکانہ رسوم اور بدعتوں کے خس وخاشاک کو جلا ڈالنے کے مجاہدہ میں خاموشی سے مصروف ہے تو دوسری جانب ایک جوئے آبِ رواں اور شبنم صبحگاہی ہے جو سنتوں کے گلشنِ خزاں دیدہ کی آبیاری کررہی ہے۔ اور امیدوارِ بہار ہے۔ حضرت کی داعیانہ اور مجاہدانہ مساعی نکاح کی محفلوں ہی تک محدود نہیں بلکہ زندگی کے تمام گوشوں میں جہاں جہاں خواہشات نفسانی کے بُت دکھائی دیتے ہیں، ضربِ حیدری سے اُنھیں پاش پاش کیا جاتا ہے۔ غالباً اقبالؔ کی یہ دُعا حضرت کے حق میں پوری طرح درجۂ قبول کو پہنچی ہے:

جسے نانِ جویں بخشی ہے تو نے
اُسے بازوئے حیدرؓ بھی عطا کر

خطبۂ نکاح بھی مختصر ہے اور ''اسرارِ خطبۂ نکاح'' بھی ہے لیکن اس کے باوجود آیات واحادیث کی جامعیت اور حضرت مصنف مدظلہٗ کی بلاغتِ بیان کا کرشمہ ہے کہ زندگانی کے تقریباً تمام بنیادی مسائل کا حل پیش فرمایا گیا ہے۔

یہ کتاب انشاء اللہ قارئین کو وہ پیام سنائے گی جو آج سے تقریباً (۱۴) صدیوں پہلے رحیمیّت کے پرتو کے تحت انسانیت کو اس کی فلاح کے لئے عطا ہوا تھا۔ یہ تصنیف بتائے گی کہ تخلیقِ کائنات کا مقصد کیا ہے۔ انسان کو شرح صدر ہوجائے گا کہ اسے وجود کیوں بخشا گیا۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ کا مصداق آنکھوں سے نظر آجائے گا۔

مشاہدہ ہے کہ عام تصور کے تحت تو صرف نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج ہی ہمارے نزدیک دائرہ عبادت میں شامل ہیں۔ لیکن اس سے ہٹ کر بقیہ زندگی جو معاملات سے متعلق ہے اُسے ہم عبادات کا نام دینے تیار نہیں۔ یہ کتاب اس حقیقت کی نقاب کشائی کرے گی کہ ہم "کُلُوْا" کے قرآنی حکم کے تحت کسی مومن کا کھانا عبادت "وَاشْرَبُوْا" کا اشارہ پا کر پینا عبادت "فَاطَّهَّرُوْا" کی تعمیل میں طہارت حاصل کرنا عبادت، فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ کی نسبت سے زمین پر پھیل کر "اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰو" کے شعور سے تجارت کرنا اور سود سے بچنا عبادت "قَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ" کے حکم پر مشرکین سے مقاتلہ عبادت، تو پھر "فَانْكِحُوْا" کے حکم کی روشنی میں نکاح کرنا عبادت سے ہٹ کر کچھ اور کیسے ہوسکتا ہے؟

ہماری جانیں آقائے اُمی القلب ﷺ پر قربان کہ ہمیں "محمدی" بنا کر کتنا بڑا احسان کیا کہ اِدھر ہماری ضروریات پوری ہوں اور اُدھر نیکیوں کی میزان بھرتی جائے۔ اِدھر ہاتھ میں طہارت کا لوٹا آئے اور اُدھر اُسی حال میں ہمارا رب ہمیں محوِ عبادت دیکھ رہا ہو۔ پیسہ ہم کمائیں، مکان ہم بنائیں، کپڑا ہم پہنیں۔ سواریوں پر سفر ہم کریں۔ عطر ہم ملیں، بال ہم سنواریں، بستر پر آرام ہم کریں، دسترخوان پر بھوک ہماری مٹے، اور نکاح ہم کریں اور اللہ تعالیٰ ہمیں عبادت کرنے کا ثواب عنایت فرماتے رہیں۔ جگرؔ نے بالکل سچ کہا تھا:

محوِ تسبیح تو سب ہیں مگر ادراک کہاں
زندگی خود ہی عبادت ہے مگر ہوش نہیں

عمومی شعور سے بات سمجھ میں نہیں آتی کہ آخر معاملہ ایسا کیوں ہے، یہی سب کام تو کافر اور مشرک بھی کرتے ہیں۔ سارے کاروبارِ زندگی وہ بھی انجام دیتے ہیں۔ پھر ان کو ان اعمال کو انجام دہی کے نتیجہ میں جنت کیوں نہیں دی جاتی؟ ان کے افعال عبادت کیوں نہیں سمجھے جاتے؟ ہمارے تو معاملات بھی عبادت سمجھے جاتے ہیں اور ان کی عبادتیں بھی گناہ؟ ہم کو کھانے پینے پر ثواب، سونے جاگنے پر ثواب، اُٹھنے بیٹھنے پر ثواب، پہننے اوڑھنے پر ثواب، ملنے جلنے پر ثواب، شادی بیاہ پر ثواب اور اگر یہی اُن سے صادر ہوں تو ان کے لئے موجب عذاب؟ اس کی وجہ ممکن ہے کسی کیلئے ایک اہم سوالیہ یا فکریہ کی حیثیت رکھتی ہو، لیکن حضرتِ مصنف مدظلہ کے علمی فیضان کا ثمرہ ہے کہ یہی نہیں، ایسے بے شمار مسائل ریاضیات میں دو کے پہاڑہ کی طرح آسان تر انداز

میں حل کئے گئے ہیں۔

وحدۃ الوجود، سرِّ ظہور اور قرب و معیتِ حق جیسے معرکۃ الآراء مسائلِ تصوف کا حل کتاب وسنت کی روشنی میں روزمرہ کی وجدانی تمثیلوں کے ذریعہ اس طرح قابلِ فہم بنایا جاتا ہے کہ اُمّی بھی استفادہ سے محروم نہ رہے۔

مندرجہ بالا مسئلہ کو آسانی سے سمجھنے کے لئے ایک وجدانی مثال پیش خدمت ہے۔ ازدواجی تعلقات کی ایک شکل ''نکاح'' ہے اور دوسری شکل ناجائز تعلق ہے جس کو اصطلاحاً ''زنا'' کہتے ہیں۔ مذہب سے قطع نظر مجرّد عقلِ انسانی کی میزان میں بھی نکاح نہایت معقول، مستحسن، مسعود اور مبارک سمجھا جاتا ہے۔ نکاح نہ صرف زوجین کے خاندانوں کے لئے بلکہ حلقۂ احباب اور آبادی والوں کے لئے بھی باعث فخر و مسرت ہوتا ہے۔ مبارک بادیوں اور ہدایا و تحائف کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ تعارف کا تانتا بندھا رہتا ہے۔ لیکن اس کے برخلاف زنا کو ہر ذی شعور ناپسند کرتا ہے۔ فطرتاً ہر سماج میں زنا مذموم سمجھا جاتا ہے۔ راز فاش ہوجائے تو سماج کی آنکھیں اس کے مرتکب کو مجرم کی طرح دیکھتی ہیں۔ زبانیں طعن اور ملامت کے تیر چلاتی ہیں۔ اگر نوبت اولاد تک پہنچ جائے تو وہ بھی ولد الحرام یا ولد الزنا کے ناموں سے پکاری جاتی ہے۔ حالانکہ ان دونوں قسم کے تعلقات میں باعتبارِ فعل کوئی فرق نہیں۔ البتہ فرق کی بنیاد خود فطرتِ انسانی ہے۔ جس کو مذہب یا شریعت کے روپ میں عالمِ انسانی کے سامنے پیش کیا گیا۔ شرعی قوانین خارج سے انسانوں پر مسلط نہیں کئے گئے۔ بلکہ خالقِ حقیقی نے خود انسان کے فطری تقاضوں کو قانون اور احکام کی صورت میں انسان کے آگے رکھ دیا۔ گویا ہماری ہر فطری چاہت کو حکم کا لباس پہنایا۔ اب حکم کی خلاف ورزی گویا خود اپنی فطرت کے خلاف اعلان جنگ ہے۔ اس روشنی میں تجزیہ کیا جائے تو نکاح خود ہماری فطرت کا تقاضا ہے اور زنا خلافِ فطرت ایک اُصولی ہے۔ اور دوسرا غیر اُصولی، ایک پسندیدہ ہے اور دوسرا غیر پسندیدہ۔ ایک سے ضمیر اور خالقِ ضمیر دونوں مطمئن اور دوسرے سے دونوں غیر مطمئن۔ بعینہٖ انسانی زندگی کے ہر فعل کا یہی حال ہے۔ ارشادِ باری "فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ" کے مطابق ہمارے عقائد و نظریات، اعمال و افعال، عادات و اطوار اور عبادات و معاملات اگر سرکارِ دو عالم ﷺ کے پیمانۂ عمل میں ڈھلے ہوئے ہوں تو وہ بلاشک و گماں عبادات ہیں۔ اس طرح نکاح بھی "فَانْکِحُوْا" کی تعمیل

میں ہوتو عبادت یعنی سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے مطابق ہوتو عبادت، گھوڑے جوڑے کی ملعون رسموں کے بغیر ہوتو عبادت، دُلہے کے دام لگائے بغیر ہو رہا ہوتو عبادت، دُلہن کے گھر کو نیلام کئے بغیر ہو رہا ہوتو عبادت، کپڑوں کی بجائے دُلہن سے ہو رہا ہوتو عبادت، زیور کی بجائے ''متاعِ خیر'' سے ہو رہا ہوتو عبادت خرافات سے پاک ہو کر انجام دیا جا رہا ہوتو عبادت، بدعات سے پرہیز کے ساتھ ہو رہا ہوتو عبادت اور اسراف سے بچ کر ہو رہا ہوتو عبادت، لیکن یہی نکاح اگر اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی مرضی سے ہٹ کر ہو رہا ہوتو گناہ، دولت کو معیار بنا کر کیا جا رہا ہوتو گناہ، دین سے بے خبر اور دنیا سے محبت کرنے والی نانی اور دادی کی پسند سے ہو رہا ہوتو گناہ۔ فضول خرچی سے ہو رہا ہوتو گناہ، سودی قرض حاصل کر کے کیا جا رہا ہوتو گناہ، پڑوسی کی مرضی سے ہو رہا ہوتو گناہ، دھوبن اور نوکرانی کی مرضی سے ہو رہا ہوتو گناہ، جہیز کی رسمی فہرستوں کے ساتھ ہو رہا ہوتو گناہ۔ خلاصہ یہ کہ پیارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی مبارک مرضی سے ہٹ کر کسی اور کی مرضی سے ہو رہا ہوتو گناہ۔

نکاح کو عبادت بنانا ہوتو اپنی اور ماحول کی بے شمار خواہشات کے خلاف اعلان جہاد کرنا ہوگا۔ بمصداق ارشاد حضرت مصنف مدظلہٗ

''کمر باندھے ہوئے ان کے اشارے تاکتے رہنا
عبادت اس کو کہتے ہیں عبادت ایسی ہوتی ہے''

یہ دیکھنا ہوگا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے نکاح کے کیا معیار قائم فرمائے، کیسے نکاح کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے پسند فرمایا اور اپنی مبارک سنتوں کے ذریعہ کیا اُصول مقرر ہوئے۔ ان تفصیلات سے آگاہی حاصل کرنے کے لئے یہ کتاب انشاء اللہ اُمتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے حق میں خضرِ راہ کا کام کرے گی۔

ادراک اور شعور اگر مُردہ نہ ہوتو بحمد اللہ انتخاب زوجین کے معیار سے قتلِ اولاد یا نس بندی تک کوئی مسئلہ ایسا نہیں ہے جس کا فطری حل خطبۂ نکاح میں موجود نہ ہو۔ بلا تاویل اگر ان مسائل پر عمل کیا جاتا تو ابن الوقت مفتیوں کو لازمی نس بندی کا جواز تلاش کرنے کی ضرورت نہ ہوتی۔ اُمت کی بے پناہ اکثریت کا منظر تو یہ ہے کہ خطبۂ نکاح کا قاری لحن میں گم ہے۔ قاضی صاحب اپنے معاوضہ میں گم ہیں۔ دلہن والے سربراہی میں گم ہیں۔ دُلھے والے جہیز کے ڈھیروں میں گم ہیں خود دلہا سہرے کی نقاب میں گم ہے، دلہن روایتی آنسوؤں میں گم ہے، دلھن کے بھائی

دھنگانہ میں گم ہیں، دوست احباب کپڑوں کی استری کی سلوٹوں میں گم ہیں۔ طبقۂ نسوان زیورات اور کپڑوں کی نمود ونمائش میں گم ہے۔ دعوتی لذتِ طعام میں گم ہیں۔ اور جو دعوت سے فارغ ہیں، وہ طعام کی تعریف یا شکایت میں گم ہیں۔

حقیقت خرافات میں کھوگئی　　یہ اُمت روایات میں کھوگئی

(اقبالؒ)

اپنی تو اپنی، اپنے صاحب زادوں بلکہ صاحبزادوں کے صاحبزادوں کی شادیاں رچاتی ہوں گی۔ لیکن نہ شوہر بنتے وقت خطبۂ نکاح کو سمجھنے کی توفیق نصیب ہوئی، نہ خسر بنتے اور نہ دادا خسر بنتے وقت۔ خدا کرے کہ تمام مسلمانوں کو اس خطبۂ مسنونہ کے سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق نصیب ہوجائے اور ہر فرد کے اپنے نکاح سے پہلے نصیب ہوجائے تاکہ وہ نکاح کی عصری لعنتوں سے محفوظ اور اتباعِ سنت سے مستفید ہوسکے۔

حضرت مصنف مدظلہٗ نے زبان نہایت عام فہم استعمال فرمائی ہے۔ تاکہ عوام زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل کرسکیں۔ زبان کی سادگی کے باوجود حضرت ممدوح کا ہر جملہ بے پناہ تاثیر اور درد کا حامل ہے۔ اسلئے کہ درد بھرے دل سے نکلا ہے علم پر عمل کرنے والے کے قلم سے نکلا ہے۔

''بات جو دل سے نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے''

جنوبی ہند کے علاقہ آندھرا پردیش اور کرناٹک میں خانوادۂ کمالیہ کے اِس چشم و چراغ نے تنہا نہ صرف ابطالِ شرک و بدعت کے کارنامے انجام دیئے بلکہ بے شمار محفل ہائے عقد میں شریک رہ کر خرافات کے قدیم وجدید بتوں کو ضربِ براہیمی سے پاش پاش کرڈالا۔ احیاءِ سنت کے عملی نقشے خود اپنی زندگی سے پیش فرمائے۔ نہ صرف اپنے خاندان میں بلکہ اپنے وابستگان میں بھی یہی جذبۂ عمل پیدا فرمایا۔ اب گویا یوں ارشاد فرماتے ہیں:

''گئے دن کہ تنہا تھا میں انجمن میں
یہاں اب مرے رازداں اور بھی ہیں''

(اقبالؔ)

اب حضرتِ والا کی یہ مجاہدانہ روش کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں رہی خاندانوں سے آگے علاقوں کے علاقے اس سے واقف ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ حالاتِ حاضرہ سے مجبور ہو کر سہی حکومتیں بھی ''.........................(تلگو).................'' کے اُسی سبق کو دہرا رہی ہیں جو صدیوں قبل ساری انسانیت کے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانِ فیض ترجمان سے اُس وقت کے انسانوں نے سنا تھا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم اور اولیاء کرام نے اس کے انوار و برکات سے فائدہ اُٹھایا تھا۔ آج حضرت والا کے عمل میں اسی سبق کی تجلیات نہ صرف عوام نے بلکہ خواص نے مشائخین کرام نے علماء عظام نے، قاضیوں نے، خطیبوں نے، اماموں نے، دل کی نماز والوں نے، دانشوروں نے، اپنوں اور غیروں نے، سب نے دیکھیں اور دیکھتے جا رہے ہیں۔

آخر میں اپنی کوتاہ دامنی اور بے مائیگی کے سچے احساس کے ساتھ معترف ہوں کہ تعارف کا حق ادا نہ کر سکا۔ امتثالِ امر میں اس تحریر کے لئے مجبور ہونا پڑا۔

احقر دست بدعا ہے کہ اللہ عزوجل اس کتاب کو نہ صرف انسانی ہاتھوں تک پہنچائے بلکہ اِس کے حیات بخش مضامین دلوں کی کائنات تک پھیل جائیں اس طرح کہ اپنوں کا عمل دیکھ کر غیر بھی اِس دین میں داخلہ کی آرزو کریں جس میں نکاح قطعی عبادت ہے۔ اسرارِ خطبۂ نکاح کا ہر قاری احیاءِ سنت کی خاطر کمر کس لے، اپنی خواہشات کو سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمل میں فنا کر ڈالے ''جسمی فدا'' اور ''روحی فدا'' کا صحیح تصور اُسے نصیب ہو جائے اور وہ نکاح کو مجرد عبادت بنانے والا بن جائے۔ اللہ عزوجل حضرت والا کے شفیق سایہ کو ہمارے سروں پر قائم رکھے تا کہ ایک عالم باعمل، ایک صوفی صافی اور ایک مستغرقِ حال بزرگ کی رہبری میں بندگانِ خدا صراطِ مستقیم پر چلتے ہوئے نجاتِ آخرت اور درجاتِ قرب حاصل کرتے رہیں اور آنے والی نسلوں کو قرب و معیت کی نعمتیں تقسیم کرتے رہیں۔ آمین۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

احقر

محمد عبدالحی عفی عنہ

OOO

"حرفِ حق"

خدا تجھے کسی طوفاں سے آشنا کر دے
کہ تیرے بحر کی موجوں میں اضطراب نہیں'

(اقبالؔ)

آنکھوں نے دیکھا اور دیکھتی ہی جا رہی ہیں کہ نکاح کئے جا رہے ہیں۔ کانوں نے سنا اور سنتے ہی جا رہے ہیں کہ خطبۂ نکاح پڑھا جا رہا ہے یہ خطبہ کس کا ہے؟ اُس نبیٔ اُمی لقب ﷺ کا ہے جس کی زبانِ فیض ترجمان سے نکلا ہوا ہر جملہ حیاتِ انسانی کے پیچیدہ مسائل کا آسان حل اپنے اندر رکھتا ہے۔ یہ اُس ذاتِ گرامی ﷺ کا دیا ہوا خطبہ ہے جس نے اپنی پوری حیاتِ ناسوتی میں کوئی بات محض ظاہری برکت کی خاطر نہیں ارشاد فرمائی اور جس کا کوئی قول مبارک ظاہر بلا باطن نہیں ہے، بلکہ فہم و عمل کے تقاضوں کی ایک کائنات اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔ اُمت کو افراط و تفریط سے بچا کر صراط مستقیم پر چلانے کی ضمانت کا حامل ہے۔ لیکن جس اُمت کی خاطر یہ ارشادات وجود میں آئے اس کی اکثریت نے ان کو منتر کی طرح دُہرایا اور دُہراتی چلی جا رہی ہے۔ چودہ سو سال سے دہراتی چلی جا رہی ہے۔ فرصت ہی کسے ہے کہ خطبۂ نکاح کے الفاظ میں چھپی ہوئی کائناتِ معنی میں جھانکے اور اس کے تقاضوں کے اُجالے میں عقیدہ و عمل کی تمیز پیدا کرے، ربطِ خالق اور ربطِ مخلوق کو درست کرنے دنیا اور آخرت کے فرق و امتیاز کو سمجھے اور دنیا کی زندگی کو اس لئے درست کرے کہ یہی حیاتِ آخرت کی بنیاد ہے۔

فرصت کا سوال تو ضرورت پر پیدا ہوتا ہے۔ یہاں تو یہ عرض کرنا تھا کہ ضرورت ہی کسے ہے کہ خطبۂ نکاح کے مفاہم اور تقاضوں کو تلاش کرے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ ماحول کے خود تراشیدہ رسوم نے ضرورت کا مقام حاصل کر لیا ہے۔ اُمت میں یہ احساس بھی باقی نہ رہا کہ یہ بتانِ آذری ہیں اور انھیں ضربِ ابراہیمی علیہ السلام سے پاش پاش کرنا ہے اور ماحول کے اِس آتش کدہ میں بے خطر کود کر اسے گلزار بنانا ہے۔

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دِل سے احساسِ زیاں جاتا رہا
(اقبالؔ)

نکاح کی وہ محفلیں بھی دیکھی گئیں جن میں علماء ومشائخین شرکت کرتے رہتے ہیں۔ فصیح و بلیغ حاشیوں کے ساتھ خطبۂ نکاح پڑھ دیا جاتا ہے۔ عربی زبان سے نابلد حاضرین یہی تاثر لے کر اُٹھتے ہیں کہ مولانا بڑے عالم ہیں۔ خطبۂ مسنونہ کے مضمرات کسی کی سمجھ میں نہ آئیں کوئی پروانہیں۔ قاری النکاح کا مقصود اُسے حاصل ہو چکا۔ حالانکہ حضرت مصنف مدظلہٗ کے خیال کے مطابق زندگی کا کوئی بنیادی مسئلہ ایسا نہیں رہ گیا ہے جس کا حل خطبۂ نکاح میں موجود نہ ہو۔ اگرچہ کہ نکاح انسانی زندگی کا ایک پہلو ہے لیکن بلاغت کا کمال ہے کہ خطبۂ نکاح زندگی کے جملہ بنیادی مسائل کا آئینہ دار ہے۔

اگر کہیں ترجمہ اور سرسری تشریح کی توفیق بھی ہوتی ہے تو بے فیض ثابت ہوتی ہے۔ اسلئے کہ "اَتَأْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ" کے مصداق خود قاریٔ النکاح کا عمل اس کے خلاف ہوتا ہے۔ اُمت کے اکابر میں بعض وہ ہیں جو اِس جہل میں اُمت کے ساتھ ہیں۔ بعض وہ ہیں جو گمراہی اور رسم پرستی کی شکایت کرنے کو کافی سمجھتے ہیں۔ بعض وہ ہیں جو خطبۂ نکاح کے حقایق اور تقاضوں کو بیان تو کرتے ہیں، لیکن صدیوں کے بگڑے ہوئے ماحول کے دباؤ نے ان پر عمل کرنے سے انھیں معذور بنا رکھا ہے۔ خال خال سہی لیکن بعض وہ بھی ہیں جو نہ صرف اُمت کے سامنے حقایق ومعارف پورے درد کے ساتھ پیش کرتے ہیں بلکہ فادِ اُمت کے اِس مکمل اندھیرے میں عملاً خود سنتوں کے چراغ جلاتے ہیں۔ روشنی کی بات، روشنی ہی بات ہے۔ خود روشنی نہیں۔ بات سے بات کرنے کا ڈھنگ ملتا ہے اور چراغ سے چراغ جلتے ہیں۔ اِس نکتہ کا ایک اور پہلو یہ ہے کہ جو چراغ جلاتا ہے۔ اس کی بات میں اثر بھی ہوتا ہے۔ حضرت مصنف مدظلہٗ نے چراغ بھی جلائے اور بات بھی کی اور بحمد اللہ یہ مبارک سلسلہ جاری ہے۔

حضرتِ والا نے نہ صرف اپنے مریدوں اور معتقدوں میں بلکہ عوام میں شب وروز اس طرح محنت فرمائی کہ بیسیوں نکاح ٹھیک اتباعِ سنت میں انجام پائے۔ ظہر کے بعد بات ہوئی اور عصر کے بعد نکاح کی تکمیل ہوگئی۔ جوڑے کی ملعون رسم کے سبب برسوں سے رُکے ہوئے

نکاح گھنٹوں اور دنوں میں مکمل ہو گئے۔ خود اپنے صاحبزادوں کے نکاح اِس سادگی سے انجام دیئے کہ رسم ورواج کی دنیا میں زلزلہ ڈال دیا۔ ان واقعات پر آج تک ماحول انگشت بدنداں ہے۔ ماحول کا حال تو یہ ہے کہ رشتہ دار موجود نہوں تو نکاح رُک جاتا ہے۔ زیور نہ ہو تو نکاح رُک جاتا ہے، کپڑے نہ ہوں تو نکاح رُک جاتا ہے۔ اور پیسہ نہ ہو تو نکاح رُک جاتا ہے لیکن زوائد کے اِس انبار پر حضرت والا نے بجلی گرائی اور خود دُلہن کے مستقر پر موجود نہ ہونے کے باوجود نکاح کی تکمیل کر دی اور دین کے آسان ہونے کا عملی ثبوت پیش فرمایا۔

جن حضرات نے حضرتِ والا کی تشریح خطبۂ نکاح سُنی ہے اُنھیں اندازہ ہوا ہوگا کہ کس درد اور خلوص کے ساتھ سنتوں کے احیاء کی دعوت دی جاتی ہے۔ اس کا نتیجہ آنکھوں سے دیکھا جا رہا ہے کہ چراغ سے چراغ جلائے جارہے ہیں۔ اب اگر کسی کی آنکھوں میں روشنی سے استفادہ کی صلاحیت ہی مفقود ہو گئی ہو تو چراغ کا ذکر ہی کیا، سورج کا نور بھی اُس کے حق میں بے سُود ہے۔

اسرارِ خطبۂ نکاح، میں حضرت والا نے قرآن کریم کی آیاتِ مبارکہ اور ارشاداتِ نبی اُمی لقب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی جو تشریح فرمائی ہے اُمید ہے کہ وہ عوام اور خواص میں قدر کی نظر سے دیکھی جائے گی۔ عقاید کی اصلاح ہوگی۔ اعمال سنتوں کے سانچہ میں ڈھلیں گے اور انشاء اللہ خطبہ نکاح کو منتر کی طرح پڑھنے اور سننے والے رسم ورواج کی لعنتوں سے نجات پاکر احیاء سنت کے راستہ پر گامزن ہو جائیں گے۔ اس سلسلہ میں احقر کے بعض حوصلہ افزاء مشاہدات تحدیث نعمت کے طور پر اجمالاً پیش خدمت ہیں۔

حضرتِ والا کے بڑے صاحبزادہ مولانا کمال الرحمن ندوی کے پیام کا وقت آیا تو نگاہِ انتخاب ایک ایسے گھرانے پر پڑی جہاں علومِ قرآنی کی فہم کے چشمے اُبل رہے ہیں۔ یہ احقر کے بڑے بھائی حضرت محمد عبدالرحیم صاحب دردؔ کا مکان ہے جو کوڑنگل میں فہم قرآن کا مرکز ہے۔ فریقین حضرتِ والا کے انتخاب سے واقف تھے۔ معاملہ استخارہ کی منزل بھی طے کر چکا تھا۔ بایں ہمہ نہ کسی طرف کوئی تیاری تھی اور نہ تذکرہ۔ ان دنوں مولانا کمال الرحمن صاحب جامع مسجد محبوب نگر کے خطیب تھے۔ معمولاً ہر یکشنبہ بعد نماز فجر مولانا تفسیر بیان فرماتے۔

ایک یکشنبہ وہ بھی آیا۔ جبکہ حضرتِ والا سامعین تفسیر میں شریک تھے۔ بعد تفسیر حضرت نے اچانک اعلان فرمایا کہ تفسیر کی اسی مبارک مجلس میں انشاء اللہ خطیب صاحب کا نکاح ہوگا۔ حاضرین

تشریف رکھیں۔ دفعتاً فضاؤں میں ایک ارتعاش سا محسوس ہوا۔ گویا رواج و رسم کی آغوش میں تربیت پائے ہوئے دلوں پر کسی نے بجلی گرائی ہو۔ عوام اور خواص یکساں حیرت زدہ تھے۔

احقر اور دلہن کے والد، حضرت درد مدظلہٗ بُلائے گئے قاضی صاحب محبوب نگر بلائے گئے۔ بعضوں نے شرعی مسئلہ کی تحقیق کا سہارا لے کر نکاح کو دو تین دن مؤخر کرنا چاہا۔ اس لئے کہ دلہن کوڑنگل میں تھی۔ حضرت نے پورے سکون سے ارشاد فرمایا کہ اسی وقت تحقیق کی جاسکتی ہے۔ تاخیر نامناسب ہے۔ کتب مسائل لائی گئیں۔ تحقیق کے آخری مرحلہ پر خود حضرت نے کتاب ہاتھ میں لے کر مسئلہ کی نشاندہی فرمائی۔ قاضی صاحب اور حاضرین مطمئن ہوئے۔

خطیب صاحب اپنے معمولی لباس میں تشریف فرما تھے۔ قاضی صاحب نے خطبہ مسنونہ پڑھا۔ حضرت نے دل کی آنکھوں کو کھول دینے والی تشریح فرمائی۔ احقر نے وکالت کے فرائض انجام دیئے۔ بعد نکاح محبوب نگر کے ایک مستند و معروف عالم صاحب نے حاضرین کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ ''حضرت صوفی صاحب قبلہ نے اِس نکاح کے ذریعہ نہ صرف محبوب نگر کے بلکہ تمام مسلمانوں کے بگڑے ہوئے معاشرہ پر ایٹمی بم برسایا ہے۔ جوڑے کی رسموں میں مبتلا مسلمانوں کے لئے یہ نکاح ہوش کا ایک تازیانہ ہے۔ دن گذر جائیں گے صدیاں بیت جائیں گے لیکن احیاءِ سنت کا یہ عظیم الشان نمونہ سمجھ داروں کے لیے مینارۂ نور رہوتا رہے گا۔ حضرت کا یہ تاریخ ساز عمل بے شمار وعظوں پر بھاری ہے۔

احقر کا فرض وکالت ابھی باقی تھا۔ چنانچہ اسی دن کوڑنگل پہونچ کر دلہن سے ایجاب لیا گیا۔ ایک اور سنت اس طرح ہوئی کہ دلہن کے والد محترم نے دلہن کو حیدرآباد لیجا کر حضرت کے گھر پہنچایا۔ وعظوں کو لوگ بھلا دیتے ہیں۔ لیکن اعمال کو بھلانا اتنا آسان نہیں کیونکہ اعمال کانوں میں نہیں، دلوں میں گونجتے ہیں۔ یہ حقیقت مولانا کے نکاح کے بعد سمجھ میں آئی۔ کونسا مقام تھا، جہاں اِس واقعہ کا تذکرہ نہ رہا۔ گھر بازار، دکانیں اور مسجدیں اسی ذکر سے معمور رہیں۔ پتہ نہیں کتنی آنکھوں نے سبق لیا۔ کتنے دل جاگ اُٹھے اور احیاءِ سنت کے اس ایک چراغ نے چپکے سے کتنے چراغ جلائے۔

یہ انقلاب آفریں نکاح علاقہ آندھرا پردیش میں ہوا اور اس کے تقریباً ایک ہفتہ بعد احقر کے بڑے لڑکے محمد عبدالحئی کا نکاح علاقہ کرناٹک میں بمقام سیڑم منعقد ہوا۔ نسبت ڈھائی سال

قبل طے ہوچکی تھی۔

مولوی امیر علی صاحب کی فرمائش پر سلسلہ نقشبندیہ کے اجتماع میں شرکت کے لیے عرفان گڑھ تعلقہ چینچولی، حضرت کے ساتھ جانا ہوا۔ وہاں سے حضرت نے سیڑم کا قصد فرمایا۔ راستہ میں حضرت کے محبوب مرید بھائی عبدالباسط صاحب کو نہایت تیز بخار چڑھا۔ بخار کے عالم میں اُنھوں نے کہا کہ انشاء اللہ آج عبدالحئی صاحب کا نکاح ہوگا۔ قبل ظہر۔ سیڑم پہنچے۔ بعد ظہر دلہن کے والد صاحب کی حضرت سے مختصر بات ہوئی۔ ارشاد ہوا انشاء اللہ آج بعدِ عصر آپ کی صاحبزادی کا نکاح اِسی مسجد میں ہوگا۔ جواباً عرض کیا گیا کہ دلہن اپنی والدہ کے ساتھ ظہیر آباد گئی ہوئی ہے۔ ارشاد ہوا ایک ہفتہ قبل ایسے ہی حالات میں ایک نکاح ہو چکا ہے۔ آپ صرف قاضی صاحب کو بلالیں آپ کو اور کچھ کرنا نہیں ہے۔ حاضرین حیرت سے ایک دوسرے کا منہ تکتے رہے۔ بعد عصر بھائی عبدالباسط صاحب نے شدید بخار کے عالم میں حاضرین کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ "یہ ہونے والا نہایت سادگی سے ہو رہا ہے۔ حاضرین یہ نہ سمجھیں کہ فریقین غریب ہیں۔ سُن لیں کہ دلہا ایم، اے ہے ماہانہ چار سو تنخواہ کا مدرس ہے۔ دلہے کے باپ لکچرر ہیں۔ دلہن والوں سے تو آپ واقف ہی ہیں۔ اصل میں یہ نکاح "اَلدِّینُ یُسرٌ" کا عملی نمونہ ہے۔ یہ نکاح کو آسان اور زنا کو مشکل بتانے والا نمونہ ہے۔ غالباً یہ نکاح علاقہ کرناٹک میں اپنی نوعیت کا پہلا نکاح ہے۔ اس لئے سارے مسلم معاشرہ پر حجت ہے۔ یہ صرف کہنے سننے کا نہیں کر کے دکھانے کا معاملہ ہے۔

دولہا سفر کے لباس میں بیٹھا ہوا تھا۔ حضرت نے خطبۂ نکاح پڑھا۔ درد انگیز اور رقت میں ڈوبے ہوئے انداز میں تشریح فرمائی۔ مغرب سے عین قبل نکاح سے فراغت ہوئی۔

دولہن دو دن بعد سیڑم پہنچی۔ ایجاب کے حصول تک حضرت سیڑم ہی میں قیام فرما رہے۔ حضرت دردؔ مدظلہٗ نے بحیثیت وکیل دُلہن سے ایجاب لیا۔ بہ وقت واپسی جناب الحاج عطاء اللہ صاحب قاضیٔ سیڑم نے حضرت سے اپنے تاثرات بیان کئے اور گذارش کی اُن کی لڑکیوں کے نکاح کا حضرت خیال رکھیں۔ بس اسٹانڈ جاتے ہوئے حضرت نے بھائی عبدالباسط صاحب سے فرمایا کہ زیورات اور کپڑوں کے لئے شادیاں رُک جاتی ہیں لیکن یہاں تو رشتہ داروں بلکہ دلہنوں کے بغیر شادیاں ہو رہی ہیں۔

نکاح مولانا جمال الرحمٰن صاحب

اس سلسلہ کی تیسری اور تازہ مثال حضرت کے منجھلے صاحبزادہ مولانا حافظ جمال الرحمن صاحب کا نکاح ہے۔احباب واقف تھے کہ مولانا کے پیام کے لئے حضرت نے کوڑنگل کے مرکزِ فہم قرآن کی ایک ممتاز طالبہ کا انتخاب فرمایا ہے جون ۱۹۷۶ء میں سلسلہ عالیہ کمالیہ کے تیسرے ششماہی اجتماع کے اختتام پر بھائی عبدالباسط صاحب نے حضرتِ والا سے گذارش کی کہ اِسی وقت کوڑنگل پہنچ کر نکاح کی تکمیل مناسب ہے۔حضرت نے مشورہ کا اشارہ فرمایا۔ حسب الحکم مشورہ ہوا۔ چوبیس گھنٹے بعد یعنی اگلے دن بعدِ عصر نکاح کا انعقاد طے پایا۔احباب نے بھائی عبدالباسط صاحب کی روایتی نبض دیکھی۔ بخار چڑھ چکا تھا۔کوڑنگل اطلاع بھیج دی گئی کہ کل بعدِ عصر نکاح ہوگا۔حیدرآباد سے پیرانی ماں صاحبہ مدظلہا کوڑنگل پہنچیں۔اس سلسلہ میں ایک نکتہ یہ بھی عرض ہے کہ حضرت والا کی نگاہِ انتخاب مال ومنال کے ساتھ ساتھ حسن وجمال سے بھی بلند ہوگئی۔اور حرف فضل وکمال ہی وجہ انتخاب ثابت ہوا۔

ایک غریب وظیفہ یاب مدرس کے گھر کی لڑکی۔جس کا قلب قرآنی اسرار ومعارف کا گنجینہ۔جس کا قلم تخلیقی اور تصنیفی صلاحیتوں کا ترجمان۔جس کے جوابی بیاضات پر ممتحن کو لکھنا پڑا کہ یہ طالبہ مستقبل کی مصنفہ معلوم ہوتی ہے۔جس کے دل ہلا دینے والے بیان نے شادی کی ایک تقریب میں مستورات کو اس قدر متاثر کیا کہ اُسی محفل میں شرعی لباس پہنے گئے اور نمازیں ادا کی گئیں۔الغرض یہ دلہن ”خَیْرُ مَتَاعِ الدُّنْیَا الْمَرْءَۃُ الصَّالِحَۃُ“ کا نمونہ ہے۔

بعدِ عصر حضرتِ والا نے خطبۂ نکاح پڑھا۔اور دس بجے شب یہ متاعِ خیر حیدرآباد پہنچ گیا۔اول سے آخر تک یہ نکاح خود ایک وعظ ہے۔ایک ایسا وجد آفریں وعظ جس کی گونج سے ماحول کے کان عرصۂ دراز سے نا آشنا ہیں۔

اگر ایمان ویقین کا کوئی شمہ بھی کسی دل میں باقی ہو تو احیاءِ سنت کی یہ زندہ مثالیں اس کے لئے بہت کافی ہیں۔اللہ عزوجل اُمتِ مسلمہ کو نبی اُمی لقب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ آفریں سنتوں کے احیاء کا جنون اور حوصلہ نصیب فرمائیں۔ آمین

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔فقیر الی اللہ

عبدالقیوم جاوید

خطبۂ نکاح

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ
وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ
لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَاھَادِیَ لَہٗ ، وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ
وَنَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ اَمَّا بَعْدُ.

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِنْ نَفْسٍ
وَّاحِدَۃٍ وَّخَلَقَ مِنْھَا زَوْجَھَا وَبَثَّ مِنْھُمَا رِجَالًا کَثِیْرًا وَّنِسَآءً وَاتَّقُوا
اللّٰہَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِہٖ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلَیْکُمْ رَقِیْبًا. وَقَالَ یٰٓاَیُّھَا
الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقَاتِہٖ وَلَاتَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُسْلِمُوْنَ. وَقَالَ
یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا یُّصْلِحْ لَکُمْ اَعْمَالَکُمْ
وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا.

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اَلنِّکَاحُ مِنْ سُنَّتِیْ، وَقَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ فَمَنْ
رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ وَقَالَ ﷺ تَزَوَّجُوا الْوَدُوْدَ الْوَلُوْدَ فَاِنِّیْ اُبَاھِیْ بِکُمُ
الْاُمَمَ وَقَالَ الدُّنْیَا کُلُّھَا مَتَاعٌ وَخَیْرُ مَتَاعِ الدُّنْیَا اَلْمَرْاَۃُ الصَّالِحَۃُ نَسْئَلُ
اللّٰہَ اَنْ یَّجْعَلَنَا مِمَّنْ یُّطِیْعُہٗ وَیُطِیْعُ رَسُوْلَہٗ وَیَتَّبِعُ رِضْوَانَہٗ وَیَجْتَنِبُ سَخَطَہٗ
فَاِنَّمَا نَحْنُ بِہٖ وَلَہٗ وَصَلَّ وَسَلَّمَ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَبَارِکْ
وَسَلِّمْ

یہ خطبۂ نکاح ختم ہوا۔ ایک ضروری بات یہ سوچ لینے کی ہے کہ اس مجلس میں کتنے حضرات ایسے ہیں جنھوں نے اِس خطبہ کو سمجھا ہو۔ اگر سمجھنا ضروری نہیں ہے تو کیا یہ بھی برہمنوں کا کوئی منتر ہے۔ جس کے بغیر عقد نہیں ہوتا۔ جیسے اور بہت سی کمزوریاں ہمارے اندر پیدا ہوگئی ہیں۔ اسی طرح یہ بھی ایک بڑی خامی اور کمزوری ہے کہ ہم نکاح اور خطبۂ جمعہ کا مطلب بھی سمجھ نہیں سکتے۔

ورنہ حقیقت یہ ہے کہ آج سے تیرہ سو چھیانوے سال پہلے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اِس خطبۂ نکاح میں انسانی زندگی کے سارے مسائل کا کامیاب حل رکھ دیا ہے اور علوم وفنون کا دریا بہا دیا ہے۔ بلاکسی تکلف کے احقر عرض کرتا ہے کہ اس خطبہ کی تشریح کیلئے احقر کو پورے تین گھنٹے چاہیں۔

اب ہم یہاں اس کی کچھ تشریح کر رہے ہیں۔ ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ'' سب تعریف اللہ کے لئے ہے۔ اللہ اس ذات کا نام ہے جو تعریف ہی تعریف کی مستحق ہو۔ جس کے اندر کمالات ہی کمالات ہوں۔ خوبیاں ہی خوبیاں ہوں۔ سارے صفات کمال کی جامع ہو ''نَحْمَدُہٗ'' ہم اُس کی تعریف کرتے ہیں۔ ایسا نہیں ہے کہ قابلِ تعریف کسی اور کی ذات ہو اور ہم کسی اور کی تعریف کر رہے ہوں۔ ''وَنَسْتَعِیْنُہٗ'' اور ہم اُسی سے مدد مانگتے ہیں۔ جس کی تعریف کرتے ہیں اُسی سے مدد مانگتے ہیں۔ ''وَنَسْتَغْفِرُہٗ'' اور ہم اِسی سے اپنے گناہوں کی معافی چاہتے ہیں۔ ''وَنُؤْمِنُ بِہٖ'' اور ہم اسی پر ایمان رکھتے ہیں۔ یقین رکھتے ہیں ''وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ'' اور ہم اسی پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ دلہا بھی اِسی پر بھروسہ رکھتا ہے۔ دلہن بھی اسی پر بھروسہ رکھتی ہے۔ دولہے والے بھی اسی پر بھروسہ رکھتے ہیں، دلہن والے بھی اسی پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ ساس اور سسرے بھی اِسی پر بھروسہ رکھتے ہیں، بیٹی داماد بھی اسی پر بھروسہ رکھتے ہیں ''وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا'' اور ہم پناہ لیتے ہیں اللہ کی نفسوں کی بُرائیوں سے اور اعمال کی بُرائیوں سے، یہاں انسان کو نفس کی پہچان بتائی گئی ہے کہ جہاں سے شر نکلے وہی نفس ہے۔ ''وَمَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ'' جس کو اللہ ہدایت دے اس کو کوئی گمراہ نہیں کرسکتا جو شخص یہ طے کرے کہ مجھے تو اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرنی ہے۔ اس کو کوئی طاقت روک نہیں سکتی۔ نہ بیوی بچے روک سکتے ہیں۔ نہ محلہ والے روک سکتے ہیں۔ نہ آبادی والے روک سکتے ہیں۔ اور نہ حکومتیں روک سکتی ہیں۔ ''وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ'' اور جس کو اللہ گمراہ کرے اس کو کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ اللہ تعالیٰ اس کو گمراہ کرتے ہیں جو خود گمراہ ہونا، اور گمراہ رہنا چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بندوں کو ہدایت دینے کے لئے کتاب بھیجتے ہیں۔ رسول بھیجتے ہیں۔ علماء حقانی کو بھیجتے ہیں۔ صلحاء ربانی کو بھیجتے ہیں اور ان سب کی باتیں سن لینے کے بعد بھی جو سمجھنا نہیں چاہتا۔ بس اللہ اُسے بے سمجھ رکھنا چاہتے ہیں۔ جب یہ منزل آجاتی ہے تو دِل سیاہ اور سخت ہوجاتے ہیں۔ دل کا دروازہ بند ہوجاتا ہے۔ ''وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا

اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، اور ہم گواہی دیتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی الہٰ نہیں ہے، وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ "وَنَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ"، اور ہم گواہی دیتے ہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ پہلے بندہ ہونے کا اقرار ہے۔ پھر رسول ہونے کی تصدیق ہے۔ یہی عبدیت اور رسالت کا استحضار غلو کا علاج ہے اور صراطِ مستقیم ہے۔ اللہ، اللہ ہے بندہ، بندہ ہے۔ اللہ الہٰ ہے، بندہ رسول ہے۔ یہ حقیقت الوہیت ورسالت ہے۔

امابعد، اب یہ کہنا ہے۔ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ"، اے انسانو! ڈرو اس رب سے جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا یعنی حضرت آدم علیہ السلام سے "وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا"، اور بنایا اس سے اس کا جوڑا یعنی حوّا، کو آدم علیہ السلام کی پسلی سے پیدا فرمایا۔ یہاں یہ بات بتائی کہ عورت مرد کا ایک جُز ہے۔ جو اس سے الگ کر دیا گیا ہے۔ جب وہ جُز کل سے مل جاتا ہے تو آدمی کی تکمیل ہو جاتی ہے۔ وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً اور پھیلایا ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں۔ پوری دنیا ان ہی دونوں کی اولاد ہے۔ "وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ"، اور ڈرو اللہ سے جس کا نام لے کر تم اپنے اپنے رشتے ناتوں کے حقوق کا مطالبہ کرتے ہو۔ "اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا"، بے شک اللہ تم سب کا نگراں ہے۔ ایک باپ کی اولاد ہونے کا شعور آ جائے تو سارے مسلمانوں کا قصہ چھوڑیئے، سارے انسانوں میں بھائی چارگی پیدا ہو جائے اور سب ایک دوسرے کو بھائی بھائی سمجھنے لگ جائیں۔ یہاں کے برہمن بھی ہمارے بھائی، ریڈی بھی ہمارے بھائی۔ دھیڑ اور چمار بھی ہمارے بھائی اور سگے بھائی، اپنے باپ کی اولاد ہیں یہ "مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ" کی تجلیات اخوت ومحبت!

دوسری آیت میں ارشاد ہے "يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ"، اے لوگو! جو ایمان لائے ہو ڈرو اللہ سے جیسا کہ ڈرنے کا حق ہے۔ آدمی جس سے ڈرتا ہے اس کا حق ادا کرتا ہے، بچھو سے ڈرتا ہے نظر آتے ہی ہاتھ میں چپل لے لیتا ہے اور دور ہٹ جاتا ہے۔ سانپ سے ڈرتا ہے۔ اور حق ادا کرتا ہے۔ دور بھاگ جاتا ہے۔ ڈنڈا سنبھال لیتا ہے۔ سانپ کے راستہ سے نہیں گزرتا۔ سگریٹ سے ڈرنے کا حق ادا کرتا ہے۔ سگریٹ کی آگ جسم کے کسی

حصہ کو لگنے نہیں دیتا۔ آگ سے ڈرنے کا حق ادا کرتا ہے آگ کے قریب نہیں جاتا۔ حکومت سے ڈرنے کا حق ادا کرتا ہے۔ سی آئی ڈی سے ڈرنے کا حق ادا کرتا ہے حکومت کے خلاف بات نہیں کرتا۔ اسی طرح حکم ہے کہ اللہ سے ڈرنے کا حق ادا کرو اور کوئی کام اللہ کے حکم کے خلاف نہ کرو "وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ" اور مت مرو مگر اس حالت میں کہ تم مسلمان ہو۔ اس حالت میں مرو کہ تمہارے سر کے بالوں سے لے کر پیر کے ناخن تک مسلمان ہو۔ اس حالت میں مرو کہ تم اسلام میں ڈوبے ہوئے ہو۔ اسلامی عقاید، اسلامی عبادت، اسلامی اخلاق، اور اسلامی معاملات تمہاری زندگی میں آ چکے ہوں اور تمہارا مزاج بن چکے ہوں، ورنہ تمہارے مرنے کی ضرورت نہیں۔ میں تمہاری صورت دیکھنا نہیں چاہتا۔ ملاقات اور بات چیت تو الگ رہی۔

آگے ارشاد ہے: "یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا" اے لوگو جو ایمان لائے ہو۔ اللہ سے ڈرو اور صاف صاف بات کرو۔ مضبوط بات کرو۔ یُصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو ٹھیک کریں گے۔ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ اور تمہارے گناہوں کو بخش دیں گے۔ محفل عقد میں مضبوط بات کی تعلیم اِس لئے دی جا رہی ہے۔ کہ فریقین ایک دوسرے کو دھوکہ نہ دیں۔ یہ جو قوم کی عادت ہے کہ بات چیت کے وقت دُلھے والے ایک صفحہ اور دُلہن والے دو صفحے سامان کی فہرست لانے لیجانے کی لکھواتے ہیں۔ اور جب وقت آتا ہے تو صندوق مندرجہ فہرست سامان سے خالی ہوتے ہیں۔ اس قول سدید کا فائدہ بتایا جا رہا ہے کہ اس سے شادی کا عمل ٹھیک ہوگا اور ساتھ ہی اللہ تعالیٰ گناہوں کو بھی معاف فرما دیں گے۔ اس ہدایت کی تعمیل سے شادی کامیاب اور مغفرت مفت نصیب ہو رہی ہے۔

آگے فرمایا وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا - اور جو اللہ اور رسول کی اطاعت کرے پس اس کو عظیم الشان کامیابی نصیب ہوگی۔ دنیا والے کامیابی اس کو سمجھتے ہیں کہ کامیاب شادی وہ ہے جو نفس کی خواہش کے مطابق ہو، جو گھر والوں کی خواہشِ نفس کے مطابق ہو، جو محلہ والوں کی خواہش نفس کے مطابق ہو اور جو آبادی والوں کی خواہش نفس کے مطابق ہو۔ یہاں اللہ تعالیٰ یہ بتا رہے ہیں کہ کامیابی اور عظیم الشان کامیابی صرف اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت میں ہے۔ رسوم و رواج میں کامیابی نہیں ہے۔ سہرے اور باجہ میں کامیابی نہیں ہے۔ منڈوے اور تاشے میں کامیابی نہیں ہے۔ کامیابی تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع

اور اطاعت میں ہے۔

اِس خطبۂ نکاح میں قرآنِ مبارک کی جو آیاتِ مبارکہ آئی ہیں۔ ان کی کچھ تشریح اوپر ہو چکی ہے۔ ذیل میں اُن احادیثِ مبارکہ کی تشریح آ رہی ہے جو اِس خطبۂ نکاح میں ہیں اور ہمیشہ پڑھی جایا کرتی ہیں۔ ''قال رسول اللہ ﷺ'' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ''اَلنِّکَاحُ مِنْ سُنَّتِیْ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ'' نکاح میری سنت ہے، میرا طریقہ ہے، اور فرمایا کہ جو میرے طریقہ سے منہ موڑا وہ مجھ سے نہیں ہے۔ منہ موڑنا، اعراض کرنا، سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے طریقوں کو چھوڑ دینا، یہ سب سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نافرمانی کا نام ہے۔ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے ایک طریقہ یا اپنی ایک سنت کو چھوڑنے والے سے فرما رہے ہیں کہ وہ میرا نہیں ہے جو فرائض کو چھوڑے، اللہ کے حکموں سے منہ موڑے، اس کے متعلق سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا کیا فیصلہ ہوگا۔ یہ ہم سب کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے۔ دوسرے مذاہب کے ماننے والوں کے پاس شادی کرنا، خدا سے دور کرتا ہے۔ آدمی کو دنیادار اور دنیا پرست بناتا ہے اسی لئے ایسے لوگ پہاڑوں پر زندگی گذارنا، انسانی معاشرہ سے دور رہنا اور کھانا پینا تک چھوڑ دینا، انسانی کمال کے لیے ضروری سمجھتے ہیں اور بہت بیچارے جوگی اور سنیاسی بنے پڑے ہوئے ہیں۔ اسلام کی تعلیمات میں روحانی اور اخلاقی کمالات کے حصول کے لیے قطعاً دنیا کو چھوڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ دنیوی تعلقات فرض اور مسنون ہیں۔ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نظر میں تارکِ دنیا منحوس ہے۔

دوسرا ارشاد ہے ''وَقَالَ تَزَوَّجُوا الْوَدُوْدَ الْوَلُوْدَ فَاِنِّیْ اُبَاهِیْ بِکُمُ الْاُمَمْ'' اور ارشاد فرمایا، نکاح کرو ایسی عورتوں سے جو خوب محبت کرنے والی ہوں۔ اور خوب بچے جننے والی ہوں۔ کیونکہ میں تمہاری کثرت سے دوسری اُمتوں پر فخر کروں گا۔ یہ ارشاد بھی آج سے تیرہ سو چھیانوے سال پہلے کا ہے۔ اس کو بھی مستحضر کرلیں۔ ارشاد یہ ہے کہ ایسی عورتوں سے نکاح کرو جو خوب محبت کرنے والی اور بچے جننے والی ہوں، بعض حضرات اِس ارشاد کو سن کر کچھ سوچ رہے ہوں گے اور کچھ حیرت میں ہوں گے کہ یہ کیسے معلوم ہو کہ یہ عورت بچے جننے والی ہے یا محبت کرنے والی ہے۔ یہاں ہم اتنا یاد دلا دینا چاہتے ہیں۔ کہ آپ نے کبھی مرغی خریدی ہوگی اور ظاہر ہے کہ انڈے دینے والی خریدی ہوگی۔ اور بچے نکالنے والی خریدی ہوگی۔ آپ نے مرغی کی

چونچ کو دیکھ کر ہی پتہ لگالیا ہوگا۔ کہ یہ مرغی انڈے دینے والی ہوگی۔ مرغی کے پیٹ کے وزن کو دیکھ کر آپ نے فیصلہ کرلیا ہوگا۔ اِس مرغی میں تو اس وقت بھی انڈے ہیں۔ اب آپ سوچ لیں کہ مرغی کے خاندان کو جانا پہچانا جاسکتا ہے تو عورت کے خاندان کو جاننا پہچاننا کیا مشکل ہے، دلہن کی ماں کے بچوں کا حال پوچھ لیجئے تو معلوم ہوجائے گا کہ یہ خاندان بچے دینے والا ہے۔ بلکہ بچوں کی تعداد بھی معلوم ہوجائے گی۔ کہ یہ خاندان دو چار بچے دینے والا ہے یا دس بارہ بچے دے گا۔ یہاں اسلامی تعلیمات کی یہ خصوصیت بھی معلوم ہورہی ہے کہ نکاح کی ایک غرض آل و اولاد کا حصول خاندان اور قبیلوں کی تشکیل اور ملکوں کا وجود ہے۔

آگے حضور ﷺ کا ارشاد ہے "وَقَالَ الدُّنْيَا كُلُّهَا مَتَاعٍ وَخَيْرَ مَتَاعِ الدُّنْيَا الْمَرْءَةُ الصَّالِحَةُ" اور فرمایا دنیا پوری متاع ہے، استعمال کی چیز ہے۔ اور تمام دنیا کی چیزوں میں سب سے بہتر چیز نیک عورت ہے۔ آسمان سے لے کر زمین تک، آفتاب سے لے کر ذرہ تک، شجر و حجر، حیوان و ثمر، یہ سب چیزیں انسان کے استعمال ہی کے لیے بنائی گئی ہیں۔ ان سب میں بہتر نیک عورت ہے۔ نیک عورت کے مقابلہ میں نہ شمس و قمر کوئی چیز ہے۔ نہ ریاست و حکومت کوئی چیز ہے، نہ وزارت و صدارت کوئی چیز ہے نہ سونا چاندی کوئی چیز ہے، نہ ہیرے اور موتی کی کوئی حقیقت ہے نہ غلّہ اور اجناس کی کوئی حقیقت ہے اور نہ کھانے اور اثمار کی کوئی حقیقت ہے ان سب سے بہتر نیک عورت ہے۔ اِس ارشادِ مبارک کو اگر اچھی طرح سمجھنا ہو تو اُس دولت مند لکھ پتی اور کروڑ پتی، نواب اور جاگیردار اور وزیر و صدر کو دیکھ لیجئے۔ جس کی بیوی نیک نہیں ہے۔ سب کچھ ہے لیکن بیوی نیک نہیں ہے بلکہ بدکار ہے۔ تو آپ دیکھ لیجئے کہ سب چیزیں کس کام کی بیچارے آرزو کررہے ہوتے ہیں کہ کاش کچھ نہ ہوتا صرف ہماری بیوی ہماری ہوتی تو بس تھا یہ ہے نیک بیوی کی حقیقت۔

اس کے بعد میں دعا ہے کہ نسئل الله ان يجعلنا ممن يطيعه ويطيع رسوله ويتبع رضوانه و يجتنب سخطه فانما نحن به وله - وصلى الله على النبى الامى وعلى اله و بارک و سلم اللہ تعالیٰ ہمیں اُن لوگوں میں سے کرے جو اس کی اطاعت کرتے ہیں اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتے ہیں اور اس کی مرضیات کی

اتباع کرتے ہیں اوراس کی ناراضی سے بچتے ہیں کیونکہ ہم اس سے قائم ہیں اوراسی کے لئے جی رہے ہیں۔

اسلام فطری مذہب ہے۔اس لیے اس کی تعلیمات ٹھیک فطرتِ انسانی کے مطابق ہیں۔انسان کی فطری آواز ہے ''کھا'' قرآنی ارشاد ہے ''كُلُوْا'' (کھاؤ) انسان کے اندر سے تقاضا ہوتا ہے ''پی'' قرآن میں حکم ہے ''وَاشْرَبُوْا'' (اور پیو) انسانی فطرت میں لباس کا تقاضا ہے۔اورقرآن میں ''اِنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا'' (ہم نے تمہارے لئے لباس نازل کیا ہے) کا ارشادگرامی ہے۔انسانی فطرت میں نکاح کرنے کا شدید تقاضا ہے اورقرآنی حکم بھی یہی ہے ''فَانْكِحُوْا مَاطَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ'' (پس نکاح کرو عورتوں سے جو تمہیں پسند ہوں دو، تین اور چارتک) چار سے زیادہ کی اجازت نہیں۔کیونکہ خالقِ فطرت جانتا ہے تمہاری طاقت وقوت کتنی ہے، نکاح کر، کالی پیلی سے، اندھی لنگڑی سے نہیں۔دیکھ کر پسند کرکے اورخود نہ دیکھ سکے تو اپنی ماں کی آنکھوں سے دیکھ، بہن کی آنکھوں سے دیکھ، اتنی فطری رعایت اسلام کے سوا کہیں اورمل ہی نہیں سکتی، کتاب وسنت کی ہدایات میں نکاح آسان ترین کام ہے لیکن ہم نے اپنی بداعمالیوں سے اُسے مشکل ترین بنادیا۔مرد موجود ہو، عورت موجود ہو، دوگواہ موجود ہوں، مہر مقرر کرلیا جائے تو عقد ہوجاتا ہے۔عقد مکمل ہوجاتا ہے۔فرض وواجب سب ادا ہوجاتا ہے۔دوچار احباب اورموجود ہوں تو اعلان وتشہیر کا استحباب بھی پورا ہوجاتا ہے۔حضوراقدس ﷺ سے اس سلسلہ میں جامع اورمفید ترین ہدایات موجود ہیں کہ مزید کچھ اورجاننے اورسننے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ارشادمبارک ہے کہ بدترین ولیمہ وہ ہے جس میں امیروں کو بلایا جائے اورغریبوں کو چھوڑ دیا جائے۔دولت مند حضرات اس ارشاد مبارک پرعمل کرلیں تو اُمت کے غرباء امراء سے کتنے قریب ہوجائیں اورآپس میں کتنی محبت پیدا ہوجائے، یہاں سے امیر وغریب ایک ہی صف میں نظرآئیں۔اس سلسلہ کی دوسری اہم ترین ہدایت ہے کہ نکاح کو اتنا آسان کردو کہ زنا مشکل ہوجائے۔اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ پانچ روپے میں اگرکوئی زنا کاری کرتا ہے۔تو چارروپے میں اس کا عقد ہوجانا چاہئے جس قوم، ملک اورمعاشرہ میں عقد اتنا آسان ہوتو ماشاء اللہ کیا پیارا معاشرہ ہوگا، اس قوم میں عفت و

عصمت کی ایسی شاندار روایات قائم ہو جائیں گی کہ آدمی انگشت بدنداں رہ جائیں۔ اتنے پاکیزہ معاشرہ میں اگر کوئی پھر بھی منہ کالا کرنا چاہے تو اس دنیا سے اس کا منہ کالا کر دینا ہی اس کا بہترین علاج ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پیام کے سلسلہ میں جو ہدایات دیں وہ یہ ہیں کہ یہودیوں کے پاس پیام کا معیار دولت ہے کہ جس کو دولت مند دیکھو اس کو پیام دیدو۔۔ ہمارے پاس پیام کا معیار دین ہے اور یہی حقیقی معیار ہے آج ہمارے پاس بھی یہی واجب العمل ہونا چاہئے۔ دُلہا والے دلہن میں دین تلاش کریں۔ دلہن میں ایمان ویقین ہے کہ نہیں دلہن نماز پڑھتی ہے یا نہیں۔ روزہ رکھتی ہے یا نہیں۔ زکوٰۃ نکالتی ہے کہ نہیں، حج کرتی ہے کہ نہیں، قرآن پڑھتی کہ نہیں، حدیث سنتی ہے کہ نہیں، درود پڑھتی ہے کہ نہیں۔ ذکر کرتی ہے کہ نہیں، بڑوں کی اطاعت گزار ہے کہ نہیں، گھریلو کام کاج کرتی ہے کہ نہیں، شراب تو نہیں پیتی، سنیما تو نہیں دیکھتی، حرام کی آمدنی تو نہیں کھاتی، دلہن والے بھی دُلہا میں یہی باتیں دیکھیں گے، دینداری، نیکی، تقویٰ، اصل چیز ہے حسب ونسب بعد کی چیز ہے۔ ''اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ'' بے شک تم میں سب سے بزرگ وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ خدا سے ڈرنے والا ہو۔

صحابیات کے واقعات میں اس قسم کے عجیب وغریب ایمان افروز، یقین پرور نمونے ملتے ہیں۔ جو سننے سے تعلق رکھتے ہیں۔ ایک بی بی صاحبہ تھیں۔ جو بہت ہی حسین وجمیل تھیں۔ اور اللہ نے دولت اور حسب ونسب کی شرافت سے بھی نوازا تھا۔ ایمان رگ وپے میں سرایت کیا ہوا تھا۔ ایک مالدار مشرکِ مکہ جو خود بھی حسین وجمیل تھا، اور خاندانی شرافت بھی رکھتا تھا۔ مسلمان بی بی صاحبہ کے پاس نکاح کا پیام بھیجا۔ پیام لانے والے نے بی بی صاحبہ کے پاس جاکر پیام پہنچایا۔ آپ نے پیام لانے والے کو جواب دیا کہ میں اللہ کو ماننے والی ہوں۔ اور وہ مرد مشرک ہے۔ زمین سے نکلنے والی چیزوں کو خدا سمجھتا ہے۔ اس لیے میں اس پیام کو پسند نہیں کرتی۔ پیام لانے والے نے جاکر اُس مشرک کو مسلمہ کا یہ جواب سنا دیا۔ مشرک کے، دل میں بی بی صاحبہ کی بات اُتر گئی کہ وہ زمین سے نکلنے والی چیزوں کو خدا سمجھتا ہے۔ وہ زمین سے نکلنے والی چیزوں کو خدا سمجھتا ہے بی بی صاحبہ کا طعنہ کام کر گیا، اور مشرک کچھ سوچنے پر مجبور ہو گیا۔ مشرک نے پیام لے جانے والے کو بُلایا۔ اور اس کے ذریعہ بی بی صاحبہ کے پاس کہلا بھیجا، کہ اگر وہ مشرک آپ

کے خدا کو مان لے اور مسلمان ہو جائے تو آپ نکاح کرنے پر راضی ہیں؟ بی بی صاحبہ نے جواب دیا کہ ہاں! اگر وہ میرے خدا کو ماننے کے لئے تیار ہے، اور مسلمان ہو جائے تو میں اس کے ساتھ نکاح کرنے کو تیار ہوں۔ مشرک مسلمان ہو گیا، اور بی بی صاحبہ کی مجلس عقد منعقد ہوئی، احباب جمع ہوئے اور ایجاب وقبول کے منازل طے ہونے لگے، جب مہر کی بات آئی تو بی بی صاحبہ نے اعلان فرمایا کہ دُلہے کا اسلام لانا ہی میرا مہر ہے۔ میں اور کچھ مہر لینا نہیں چاہتی۔ یہ ہے ایمان افروزی اور یقین پروری! مسلمان بی بی کا یہ جذبہ آج بھی کہیں پیدا ہو جائے تو اس کے برکات بھی سامنے آنے ضروری ہیں۔ صحابہ کرام کے دور میں شادیاں کتنی آسان تھیں اس کا اندازہ کرنے کے لیے ایک اور واقعہ کی یاددہانی مناسب ہوگی۔

دو مسلمان بھائی ایک جگہ بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک نوجوان نے دوسرے سے کہا کہ آپ سے ایک کام لینا ہے، اگر آپ کو تکلیف نہ ہو۔ دوسرے بھائی نے جواب دیا کہ میں آپ کی خدمت کے لیے تیار ہوں۔ فرمایئے کیا ارشاد ہے؟ پہلے بھائی نے جواب دیا کہ میرا پیام فلاں صاحب کی لڑکی کے لیے ان کے گھر لے جایئے۔ اگر وہ نکاح کے لئے تیار ہوں تو مجھے اطلاع دیجئے تاکہ میں حاضر ہو کر تکمیل عقد کرسکوں۔ دوسرے بھائی نے کہا کہ بس اتنی سی بات میں ابھی آپ کا پیام لے جاتا ہوں، وہ اُٹھے اور سیدھے لڑکی کے مکان کو پہنچے۔ ذمہ دار حضرت کو بلا کر اپنے دوست کا پیام پہنچایا۔ اپنی بچی کے لیے ان کی دوست کے پیام کو سن کر ذمہ دار حضرات نے کہا، کہ ہم اپنی لڑکی ان کو دینے کیلئے تیار نہیں۔ ہاں اگر آپ اپنے لئے چاہتے ہیں تو ہم اس کے لئے راضی ہیں۔ موصوف نے فرمایا کہ میں اس کے لئے تیار ہوں، احباب نے پیام طے کر دیا، اور ایجاب وقبول کی منزل پوری ہوگئی، وہاں سے بھائی واپس ہوئے، جب پہلے صاحب نے پوچھا کہ پیام کے سلسلہ میں کیا ہوا تو دوسرے صاحب نے جواب دیا کہ پیام تمہارا نہیں میرا ہو گیا۔ اللہ اکبر! یہ آسانی اور سادگی! آج ہم اس کو سمجھنے کے لیے بھی تیار ہیں؟ ایسے بے شمار واقعات اسلامی تاریخ میں محفوظ ہیں اور ہمیں ان کی خبر بھی نہیں۔

خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی چہیتی صاحبزادی کا نکاح فرمایا اور پوری اُمت کیلئے بہترین نمونہ پیش فرمایا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جب کچھ ہوشیار ہوئیں تو حضرت صدیق

اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پیام دیا اور خواہش ظاہر فرمائی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی کم سنی کا عذر فرمایا۔ جب وقت آیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے لئے پیام دیا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبول فرمالیا۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا کہ کچھ مال بھی آپ کے پاس ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ایک گھوڑا ہتھیار اور ایک زرہ ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ گھوڑا اور ہتھیار تو جہاد کے کام کی چیزیں ہیں۔ زرہ لیجا کر رہن رکھو اور جو رقم ملے وہ لے آؤ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے زرہ لیجا کر رہن رکھی، اس سے جو رقم ملی وہ آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے لاکر رکھ دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ ضروری چیزیں منگوائیں۔ کچھ احباب کو جمع فرمایا اور خطبہ نکاح پڑھ دیا۔ ایک روایت میں ہے کہ خطبہ کے وقت خود حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی سامنے موجود نہ تھے، یہ وہی تاریخی خطبہ ہے جو آج تک دہرایا جا رہا ہے۔ اس کی حالت اہمیت وافادیت میں ذرہ برابر کمی نہیں ہوئی۔ بلکہ اہمیت اور بڑھتی جا رہی ہے۔ دن بدن اس کی افادیت میں اضافہ ہی ہوتا جا رہا ہے۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ساری تعلیمات کا یہی حال ہے۔

شادیوں کے سلسلہ میں بعض بزرگوں کے دلچسپ واقعات ملتے ہیں۔ لوگ ان سے بھی فائدہ اُٹھالیں تو غنیمت ہے۔

مولانا زکریا مدظلہٗ کے گھر کا واقعہ ہے کہ حضرت نے اپنی کسی صاحبزادی کے عقد کی اطلاع ایک دن پہلے اپنی اہلیہ محترمہ کو دی۔ محترمہ نے فرمایا کہ دو تین دن پہلے کم از کم اطلاع مل جاتی تو اچھا تھا تاکہ میں بچی کو کپڑے بنا لیتی۔ حضرت مولانا زکریا مدظلہٗ نے جواب دیا کہ اچھا آپ کی صاحبزادی ننگی ہیں، مجھے اس کی خبر نہ تھی۔ پھر دونوں خاموش ہو گئے۔

اپنے حلقہ احباب کے کچھ دلچسپ واقعات یہ ہیں۔

اپنے نلگنڈہ کے ایک دوست مولوی حمید حسن صاحب کی شادی میں شرکت کے لئے نلگنڈہ سے ایک دوسرے مقام پر پہنچے۔ بعد عصر عقد ہوا۔ مولوی عبدالعزیز صاحب نے خطبہ دیا۔ رات مکان میں لیٹے رہے۔ صبح ہوئی تو اُٹھ کر مسجد پہنچے۔ ہم یہ سمجھ رہے تھے کہ ہم ہی مسجد میں آنے والے پہلے شخص ہوں گے۔ مسجد میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ دُلہا میاں (مولوی حمید حسن صاحب) ہم سے پہلے مسجد میں داخل ہو کر تہجد میں مصروف ہیں۔ یہ احقر کے لئے پہلا موقعہ تھا کہ رات کا دلہا تہجد کی نماز میں مصروف ہے حیرت سے دیکھتے رہے۔ مقام عقد سے

واپسی ہوئی۔ کچھ دور تک بنڈیوں کا سفر تھا، راستہ میں ظہر کا وقت آیا مردانہ سب پانی کی تلاش میں نکلا۔ وضو کے بعد نماز ظہر سڑک ہی کے کنارے پڑھ لی۔ اطلاع ملی کہ رات کی دُلہن بنڈی کی آڑ میں ظہر کی نماز پڑھ رہی ہے یہ رات کی دلہن کے ظہر پڑھنے کا پہلا نظارہ تھا۔ جس سے بہت محظوظ ہوئے، اپنی بیسیوں تقاریر میں ان واقعات کا اظہار کیا گیا، اپنے احباب میں سے محمد یحییٰ صاحب کا عقد ہوا، مغل گدہ کا مقام تھا۔ صبح اُٹھ کر دلہا میاں نے اطلاع دی کہ آپ سے کچھ بیان کرنا ہے۔ احقر نے بات سنی۔ یحییٰ صاحب کہہ رہے تھے کہ رات میں دُلہا دلہن دونوں نے تہجد کی نماز پڑھی، فجر کی قضاء کا سوال ہی کیا ہے، اس کے بعد ایسے بہت سے واقعات دیکھنے سننے میں آتے رہے۔ مولوی عبدالباسط صاحب نے سنایا کہ احقر جب سے مسلمان ہوا ہے آج تک کی ایک نماز بھی قضا نہیں ہوئی۔ پانچ سال کی مدت ہو رہی تھی۔ جب یہ بیان ہوا۔

مولوی کمال الرحمن صاحب جامع مسجد محبوب نگر کے خطیب جمعہ تھے۔ کچھ دن جامع مسجد میں تفسیر قرآن بھی بیان کرتے رہے یکشنبہ کے دن وہ تفسیر قرآن کی مجلس میں تھے۔ احقر بھی اس درس تفسیر میں حاضر تھا۔ مولوی صاحب کی تفسیر ختم ہوئی تو احقر نے اعلان کیا کہ تمام حضرات تشریف رکھیں، مجلس تفسیر سے بہتر مجلس اور کون سی ہوسکتی ہے۔ اسی مجلس میں آپ کے خطیب صاحب کا عقد ہوگا، تمام احباب بیٹھ گئے، لڑکی کوڑنگل میں تھی۔ بعض احباب کے لیے یہ مسئلہ نیا تھا۔ مسئلہ کی تحقیق ہوئی۔ معلوم ہوا کہ ولی، وکیل اور دو گواہ ہوں تو عقد ہوجائے گا عقد کی کارروائی تکمیل کردی گئی۔ محبوب نگر کے قاضی صاحب نے خطبہ پڑھا اور وکیل صاحب کے ذریعہ ایجاب وقبول ہوگیا۔ یہ ضلع اور اطراف کے علاقہ کے لئے پہلا عقد تھا جو رسوم ورواج پر بمباری ثابت ہوا، ابھی تک اس کی گونج سنائی دے رہی ہے۔

اس کے بعد اپنے حلقۂ احباب میں بڑی سرعت کے ساتھ اسی طریق پر عمل ہونے لگا۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

OOO

انقلابی دن

باطن میں اُبھر کر ضبطِ فغاں　　لے اپنی نظر سے کارِ زباں
دل جوش میں لا فریاد نہ کر　　تاثیر دکھا تقریر نہ کر

☆

تو خاک میں مِل اور آگ میں جل　　جب خِشت بنے تب کام چلے
اِن خام دلوں کے عنصر پر　　بنیاد نہ رکھ تعمیر نہ کر

آپ بیتی درحقیقت ایک حال اور کیفیت ہے جس کا قلمبند کرنا محال تو نہیں البتہ دشوار ضرور ہے، اس اندازِ تحریر کو کوئی آپ بیتی کہے نہ کہے لیکن ہے وہ آپ بیتی ہی محض اپنی تحریری صلاحیتوں کے فقدان کی وجہ سے ٹال مٹول کرتا رہا، عرصہ ہوا جب کہ اس کے لکھنے کا اشارہ کردیا گیا تھا، مگر اس وقت جیسا بن پڑا، لکھنے کا فیصلہ کرنا ہی پڑا، جب کہ حضرت والد ماجد مدظلہ العالی نے لکھنے کا حکم بھی فرما دیا، واقعی بات یہ ہے کہ صاحب دل اور صاحب حال بزرگوں کے لیے خود عمل کرنا اور حالات کو بدل کر دوسروں کے لئے نمونہ پیش کرنا بھی آسان ہے، مگر مجھ جیسے نااہل سے آپ بیتی لکھنا بھی مشکل ہے "الان کما کان" کی شان رکھنے والی ذات اپنے تعلق سے "**کل یوم ھو فی شان**" کہتی ہے، اس لیے بے شمار انقلابات ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں، دن ورات آتے جاتے ہیں، گھنٹے، منٹ اور سکنڈ کی دنیا ادلتی بدلتی رہتی ہے، مہینے اور سال گذرتے رہتے ہیں، ہمارے نزدیک کائنات کی اشیاء سے ماضی، حال اور مستقبل تینوں زمانے وابستہ ہیں درآنحالیکہ وہ خدا کے نزدیک سب حال ہیں، اور مظاہر حق میں ہر آن انقلابات ہیں کیونکہ تجلیات کو تکرار نہیں۔

فریب نظر ہے سکون وثبات
تڑپتا ہے ہر ذرّہ کائنات

انقلابات ماڈی بھی ہیں اور روحانی بھی، علوی بھی ہیں اور سفلی بھی ظاہری بھی ہیں اور باطنی بھی، ارضی بھی ہیں اور سماوی بھی، ملکی بھی ہیں اور کیفی بھی۔

انقلابات جہاں واعظ رب ہیں دیکھو
ہر تغیر سے صدا آئی ہے فَافْهَمْ ،فَافْهَمْ

مگر ۲۶ ر ربیع الثانی روز یکشنبہ ۱۳۹۴ھ عالم انسانیت کے لیے عموماً اور جنوبی ہندوستان کے مسلمانوں کے لیے خصوصاً ایک مخصوص انقلابی دن تھا جس دن رسومات کے ماحول کی فضاؤں پر چھائے ہوئے تاریک اور مہیب بادل ایک دم چھٹ گئے۔کتنا حسین دن تھا وہ جب کہ "اَلدِّیْنُ یُسْرٌ" کے حیرت انگیز نمونہ عمل سے جنوبی ہند روشناس ہوا، کس قدر انقلاب آفریں ساعت تھی۔ جب کہ باطل کی دھجیاں بکھیر دی گئیں، کتنا سکون نواز لمحہ تھا، جب کہ فسادِ اُمت کی فضاؤں میں حق کا غلغلہ بلند ہوا!

کیسا مبارک وقت تھا جب کہ رسوم وخرافات کے پہاڑ بیخ وبن سے اکھاڑ کر پھینک دیئے گئے، کتنی پر مسرت گھڑیاں تھیں، جب کہ باطل کی مسموم فضاؤں میں احیاءِ سنت نبویہ علی صاحبھا التحیۃ کا حیرت انگیز کارنامہ انجام دیا گیا۔اور بدعات کے بندھن یکلخت توڑ دیئے گئے۔

بعضوں نے اس عمل کو دیوانہ پن سمجھا، ہاں دیوانہ پن ضرور تھا مگر یہ وہ دیوانہ پن تھا جس پر فرزانگی قربان ہوگئی کاش سمجھنے والوں کے شعور کا رُخ بدل جاتا، بعضوں نے اس کو افسانہ سمجھا، بعضوں نے اسے عجوبہ قرار دیا مگر وہ حقیقت نفس الامری تھی، ہے اور انشاء اللہ رہے گی۔ وہ علمی نسبت سے ازلی تھی اور وجودی نسبت کے ساتھ ابدی رہے گی۔

جس انقلابی عمل کے تعلق سے بات ہونی ہے اس کا اجمال یہ ہے کہ احقر جس کی عمر ابھی تئیس سال سے زیادہ نہ تھی، روز یکشنبہ بعد نماز فجر جامع مسجد مستقر ضلع محبوب نگر میں معمولاً درس تفسیر دینے جاتا، تفسیر قرآن میں شریک ہونے والوں کی تعداد اکثر ایکسو سے زائد ہوتی۔

احقر معمول کے مطابق ہاتھوں میں قرآن لئے سیدھے سادے کپڑوں میں ملبوس، دوش پر ایک معمولی شال ڈالے چلا، اس وقت چند احباب ساتھ تھے، حضرت والد ماجد مدظلہ بھی موجود تھے مگر کسے معلوم تھا کہ کیا ہونے والا ہے۔

حضرت والد ماجد دامت برکاتہم نے بالہام الٰہی لِكُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ کے

مصداقات کا مشاہدہ کروادیا۔

اَلنِّکَاحُ مِنْ سُنَّتِیْ کہنے والے آقا کا قول احقر کے لیے عمل کے سانچے میں ڈھل گیا، جہاں فَانْكِحُوْا مَاطَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَآءِ، کے تحقق کے لیے عالم اسباب سے تعلق جوڑا جارہا تھا، مگر خبر کسی کو نہیں تھی۔

تفسیر تقریباً ایک گھنٹہ جاری رہی ہوگی، اختتام پر معمول کے مطابق دعا ہوئی، لوگ اُٹھنا چاہتے تھے کہ فوراً حضرت والد ماجد دامت برکاتہم اُٹھ کھڑے ہوئے اور ارشاد فرمایا: بڑی مبارک مجلس ہے، اس مجلس سے بہتر اور کونسی مجلس ہوسکتی ہے، خطیب صاحب (احقر) کا خطبہ نکاح پڑھا جائے گا۔ (احقر اس وقت جامع مسجد محبوب نگر کی خطابت کی خدمات بھی انجام دے رہا تھا، تقریباً ڈھائی برس خطابت رہی اور تفسیر کا درس بھی اس مقام پر اتنا ہی عرصہ چلا اور تفسیر سورہ بقرہ ختم ہوئی تھی کہ بعض رکاوٹوں کے سبب درسِ تفسیر اور سلسلۂ خطابت موقوف کردیا گیا)

بس یہ اعلان تھا یا باطل رسوم کے حق میں کوئی ایٹمی دھما کہ جس کا اثر آج بھی باقی ہے بھلا اس کو زوال کیسے جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی کا حق ادا کردے؟ کیا اُسے بھی بھلایا جاسکتا ہے؟

اب اس مجلس میں ایسا کون تھا جو دریائے حیرت میں نہ ڈوب گیا ہو؟ کونسی نگاہ تھی جو خیرہ نہ ہوگی ہو؟ مگر

بے خبر قیل وقال میں گم ہیں
باخبر وجد وحال میں گم ہیں

بایں ہمہ ہر فرد فکر کا مجسمہ بن گیا۔ کوئی ایسا بھی تھا جس کے عالم خیال پر بجلی نہ گری ہو؟ خود احقر کو نہ صرف جنوبی ہندوستان بلکہ شمالی ہند کے اکابر صلحاء کی تقاریب میں شرکت کا موقع ملا، لیکن اس خطرۂ رحمانی کا ظہور کامل کہیں نظر نہ آسکا جو ایک اللہ والے کے حال اور عمل سے ظاہر ہوا، بھلا اس کی خبر کسی کو کیسے ہوئی، جب کہ نہ شادی کا دن مقرر تھا، نہ تاریخ کی تعین ہوئی تھی، نہ شادی کا ذکر تھا اور نہ اس کی فکر، اور اگر کچھ علم تھا تو بس اتنا کہ بہت دنوں پیشتر مولانا عبدالرحیم صاحب درد مدظلہٗ کی صاحبزادی سے عقد کے سلسلہ میں استخارہ کا مشورہ دیا گیا تھا اور بس، اس کے بعد نہ کوئی تذکرہ تھا، نہ آنا تھا۔ نہ جانا تھا، نہ عزیز واقارب مطلع تھے، نہ بھائی بہن واقف تھے، دیگر رشتہ داروں کو بھلا کیا خبر ہوتی جب کہ دلہن اور اس کی ماں بھی اس سے بے خبر تھیں اس

طرح کا واقعہ یقیناً آپ کو انوکھا یا انہونا محسوس ہو رہا ہوگا، لیکن بہر حال اس کو ہونا تھا وہ کوئی محالات میں سے تو نہ تھا، ورنہ واقع ہی نہ ہوتا ناممکن نہ تھا لیکن بے حد کٹھن اور دشوار ضرور تھا۔ اس عمل کو وجود بخشنا عوام تو عوام خواص کے بس کی بات بھی نہ تھی۔ اس میدان عمل کے لئے تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی سچے اور پکے غلام ہی کا انتخاب کیا جا سکتا تھا۔

بہر حال اس اعلان کے وقت حضرت مدظلہٗ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ ایک صاحب جا کر ددّرد صاحب کو بلا لائیں (وہ لڑکی کے والد ہیں اس موقع پر محبوب نگر آئے ہوئے تھے) اندازہ لگائیے کہ ہونے والی دلہن کوڑنگل میں اور اس کے دیگر رشتہ دار اپنے اپنے مقامات پر، اور احقر کی والدہ حیدرآباد میں کسی شادی کے ولیمہ میں۔ اور بھائی بہن حیدرآباد دیگر محلوں اور مقامات پر، بھلا کسی کو اس صورتِ حال کی کیا خبر ہوتی، مسجد میں درس قرآن میں شریک حضرات چپ میگوئیوں میں مصروف تھے، کوئی تکتا ہی رہا۔ کوئی دریائے حیرت میں غرق رہا۔ کوئی فکر کا مجسمہ بن گیا کوئی محوِ گفتگو دیکھا گیا، بعض ناواقفوں نے کہا کہ یہاں لڑکی نہیں ہے، عقد نہ ہوگا، اہل علم میں سے ایک نے سوچ سوچ کر احقر سے کہا کہ یہ نکاح فضولی ہوگا۔ اتفاق کی بات کہ احقر کی زبان پر فوراً یہ جملہ آیا کہ یہ نکاح اُصولی ہے، اور انشاء اللہ ہوگا۔ بعض حضرات کی تشویش دور نہ ہوسکی تو حضرت نے خود بذریعہ کتاب مسائل کو پیش کیا، تسکین دلائی واقعی افسوس کی بات ہے کہ علم کے نہ ہونے سے اس کے عملی زندگی میں عدم استعمال سے صاف سے صاف مسئلہ بھی سوالیہ بن جاتا ہے، حضرت والد ماجد دامت برکاتہم نے اس موقع پر اس حال کو دیکھ کر فرمایا کہ ''حیرت ہے کہ اس قوم کو ابھی شادی کرنا بھی نہ آسکا''۔

اور یہ ایک واقعہ ہے کہ اگر اس دور کے مسلمان صرف شادیوں کو صحیح نہج پر کرنے لگیں تو کروڑہا انسان مصائب سے اور قرضوں کے بارِگراں سے نجات پا جائیں!

اس موقع پر بعض حضرات نے یہ بھی کہا کہ اس طرح کا نکاح تو بہت آسان ہے جی میں آتا ہے کہ انھیں کہا جائے کہ ہاں ہاں یہ صحیح ہے کہ ایسی سیدھی سادھی شادی کرنا بہت آسان ہے۔ مگر اہل خاندان کے مزاج روشِ سالت سے ناآشنا ہوں تو یاد رہے کہ یہ بہت مشکل بھی ہے۔

احقر کی شادی میں سادگی کا یہ نمونہ حضرت والد ماجد مدظلہٗ کی غربت کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ فسادِ اُمت کی تیرہ و تار فضاؤں کو احیاءِ سنّت کے نور سے روشن کرنے کی خاطر تھا۔

غرض اس ماحول میں ایسی شادی کوئی آسان کام نہیں اور اگر آسان ہے تو کتنے ہمت والے ہیں کہ اس میدانِ عمل میں اس سادگی کو اپنائیں گے ہاں جنھوں نے آسان سمجھا اُنھوں نے اپنے شیخ کے عملی نمونوں کو اپنانے کے لیے اپنی زندگی کا رُخ موڑ لیا، یقیناً ان کے لئے تو آسان ہے باقی اوروں کے لیے اس ماحول میں ایسی شادی کوئی کھیل نہیں۔

اس لئے کہ خود کو حالات کے مطابق نہ بدلنا، حالات کو بدل دینا، خود نہ پھرنا حالات کو پھیر دینا اور ''لَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ'' کی مومنانہ صفت سے متصف ہونا تو کسی مجاہد اسلام ہی کا کام ہوسکتا ہے، محبت و اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں سرشار رہنے والے ہی کا کرشمہ ہوسکتا ہے یہ اسی صدیقی شان رکھنے والے عارف کا فعل ہوسکتا ہے جس کا حال اس حقیقت کا ترجمان ہو:

اگر تجھ کو دیوانہ کہہ دے یہ دنیا
پلٹ دیکھ پھر مسکراتا چلا جائے

(حضرت قبلہ مدظلہٗ)

عامیوں کے مصلحت اندیش قلوب میں اس خیال کا آنا بھی مشکل ہے۔

احقر کا یہ واقعہ حضرت مدظلہٗ کی زندگی کے مکمل بندگی بن جانے کی سب سے واضح دلیل تھی، جہاں اخلاص وللّٰہیت کے سوا کسی اور چیز کا ادراک وشائبہ بھی بے محل۔

اور اگر کوئی اس عقد نکاح کے سلسلہ میں حدودِ جواز کا سہارا لے سکتا تھا تو بس اتنا تھا کہ کیا نکاح کے وقت عزیز واقارب کے آنا ممنوع ہے؟ کیا ماموں، بھانجوں اور خالہ، پھوپھی کی شرکت ناجائز ہے؟ کیا عقد نکاح میں بھائی بہنوں کا شریک ہونا درست نہیں؟

مگر آہ کہ اُمت کا درد کسے ہے؟ آخرت کا متوالا کون ہے؟ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ کا ادراک کسے ہے؟ کیا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی کو بھی تحقیر کی نظروں سے دیکھوگے؟ آپ کے قلب میں ایمان کی کوئی چنگاری اور اسلام کی کچھ حرارت ہو تو خود غور فرمالیں کہ ایسے ماحول میں جہاں عقد نکاح جیسی مسنون عبادت کے موقع پر ہر ایک کا آنا ضروری سمجھا جارہا ہو کہ بھائی! تیرا بھی آنا ضروری ہے، بہن! تیرے بغیر نکاح نہیں ہوسکتا، ماموں اور خالو! تمہارے بغیر رسمِ نکاح انجام نہیں پاسکتی۔ بہرحال باجوں تاشوں کا چھوٹوں، بڑوں کا، ادنیٰ واعلیٰ، مرد وعورت کا، قریب ودور کا اپنے اور پرائے کا پھول اور سہرے

کا، جوڑے گھوڑے کا اور ڈھول ومنڈوے کا ہر ایک کا آنا تو ضرور مگر خدا کا حکم نہ آئے۔

میرے آقا حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طریقہ نہ آئے افسوس صد افسوس۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ ایسے موقع پر کیا احقر کو یہ پوچھنے کا حق نہیں ہے کہ کیا آپ کے قلب میں ایمان واسلام کا کوئی شمّہ بھی باقی ہے؟

ایسے تیرہ وتار ماحول میں یقینا ایک اللہ والا ہی ہے اپنے عمل کے ذریعہ اور بزبان حال اعلان کررہا تھا "لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ" تم میں سے کوئی شخص بھی مومن کامل نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے باپ اور اس کے لڑکے اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں ساتھ ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد بھی گونج رہا تھا "لا یومن احدکم حتی یکون ھواہ تبعالما جئت بہ" تم میں سے کوئی مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کی خواہش اس چیز کے تابع نہ ہو جائے جس کو میں لے کر آیا ہوں۔

وہ مشہور واقعہ تو یقینا آپ کو یاد ہوگا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کے بارے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے درخواست کی تھی۔ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کم عمر ہونے کا عذر فرمادیا تھا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خود حاضر ہوکر اپنے لئے درخواست کی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بوحیٔ الٰہی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عرض منظور فرمائی۔

اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عمر اکیس سال اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی عمر ساڑھے پندرہ سال تھی۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ انس! جاؤ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ اور حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیر اور ایک جماعت انصار کو بلالاؤ، جب یہ لوگ حاضر ہوگئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ پڑھ کر نکاح کردیا، قربان جائیے اس سادگی پر اور اس سادگی پر ہزاروں زینتیں قربان۔

احقر کو بھی بفضل الٰہی بس اسی طرح کی سادگی اور اس کی اتباع کامل اور کمال اتباع کا موقع نصیب ہوا۔

مولانا درد مدظلہ کی ولایت اور مولانا جاوید مدظلہ کی وکالت سے بشہادت شاہدین مراحل نکاح انجام پاگئے، واقعی انعقادِ نکاح کے لئے تراضیٔ طرفین اور شہادت شاہدین کے سوا کسی اور

چیز کی ضرورت نہیں، عقد نکاح مسجد میں مسنونات سے ہے اس کی برکات بھی حاصل ہوئیں، اب بھلا بتلائیے جن کے حالات میں احقر کا عقد نکاح ہوا، وہاں اس صورت میں گناہ تو گناہ، خیالِ گناہ تک کے اعتبارات ختم ہو گئے تھے یا نہیں؟ بھلا باجہ تاشہ، سہرے، منڈوے، رسم ورواج کو کہاں جگہ مل سکتی تھی، اور ہر وہ رسم جو محض رسم ہونے کی حیثیت سے معاشرے میں جگہ پا چکی ہے اسے تھوڑی دیر کیلئے بھی داخل ہونے کی گنجائش نہ تھی۔ گویا ان تقریبات کے سامان اور عشرت کے نقشوں کو دفن کر دیا گیا۔ فضاؤں میں سنّا ٹا تھا، مگر اس خاموش فضا میں سنت کا یہ احیاء اعلان سے بڑھ کر مشہور ہو گیا گویا "اعلنو النکاح" کے ارشاد کی تعمیل خود بخود اور بطریق احسن ہو گئی۔ احقر کے دل پر تعلیمی وتربیتی انداز کا یہ نقشہ اس طرح کندہ ہو گیا کہ اسے ہرگز نہیں بھلایا جا سکتا۔

مزید برآں اِس سادگی کی انتہا نے تو صحابہ رضی اللہ عنہم کے دور کو یاد دلائے بغیر نہ چھوڑا جب کہ عاقدہ کو اس کا ولی عاقد کے گھر (حیدرآباد) خود ہی پہونچا تا ہے، یہ سنت تو وہ ہے جس کا احیاء ایسا معلوم ہوتا ہے کہ والد ماجد مدظلہ کے صدقے میں پتہ نہیں کتنے برس بعد غالباً احقر ہی کے حصہ میں آیا۔

اس حیرت انگیز نمونہ عمل کے سامنے آجانے کے بعد معاشرے کے حالات پر کس کی نظر نہ جائے گی کہ جنوبی ہندوستان کے مسلمانوں کے اکثر طبقہ کی ناداری سے مہاجن ناجائز فائدہ اُٹھا رہے ہیں، ہزاروں مسلم بہنوں اور حوّا کی بیٹیوں کو ان کا دستِ نگر ہونا پڑ رہا ہے۔ فرح وفخر کی موجودگی نے تاجروں کو کوتاہ نظر بنا دیا ہے۔ نام ونمود، شہرہ وریا اور عیش پرستی جیسے ناپاک امراض نے قلوب میں جگہ پالی ہے، جوڑے گھوڑے اور دیگر گندی رسمیں ان حدوں تک پہونچ گئی ہیں کہ جن کو سوچنے پر انسان شرم سے پانی پانی ہو جائے۔ سینکڑوں واقعات ایسے ملیں گے کہ طرح طرح کے رسوم وخرافات کے وجود نے ہزاروں کی گردنیں کاٹ دیں۔ سینکڑوں نے خودکشی کر لی، اب سرزمین حیدرآباد کا حال دیکھیں کہ تقریباً ۴۵ ہزار لڑکیاں ایسی بے نکاح بیٹھی ہوئی ہیں، جن کی عمریں ۳۰ سال سے متجاوز ہو چکی ہیں۔ نامعلوم ۱۵ سال سے لے کر ۳۰ سال کی درمیانی عمر کی لڑکیاں کتنی تعداد میں ہونگی، منشاء اس اظہار کا یہ ہے کہ اس نمونہ عمل کو سامنے رکھ کر مسلمان تھوڑی ہمت کر ڈالیں تو تیرہ بختی کی ساری علّتیں ختم ہو جائیں۔

یقین مانئے کہ جب احقر کی شادی کا یہ واقعہ لوگوں نے دیکھا اور سنا ہزاروں غریبوں کے دِل خوشی سے جھوم گئے۔ پریشان حال لوگوں کے چہروں پر خوشیوں کی لہریں دوڑ گئیں،

کتنے ہی لوگوں کی آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں، مقروضوں، یتیموں اور غریبوں کی آنکھوں میں خوشی اور حسرت کے آنسو بھر آئے۔ بس یہی کہا جا سکتا ہے کہ احقر کی یہ شادی جو حضرت والد ماجد دامت برکاتہم کی زندگی کا انوکھا کارنامہ ہے جو انہی کے ہاتھوں انجام پا سکتا تھا ورنہ احقر کو بھی اس کا یارا نہ تھا کہ اس عمل کو اتنا پیارا اور حسین بنا دیا جائے۔ ذَالِكَ فَضْلُ اللهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ایسا محسوس ہو رہا تھا۔ جیسے گویا ہر ذرہ کو زبان عطا ہو گئی ہے اور وہ کہہ رہا ہے کہ تعلیم و تربیت کے یہ نرالے انداز اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہ پُر حکمت اعمال کاش پوری اُمت مسلمہ کے لیے تا قیام قیامت مقدر بن جاتے اور ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ سینکڑوں اور ہزاروں زبانیں ہیں جو ہمارے حق میں دعاؤں میں مصروف ہیں۔

الغرض از اوّل تا آخر اللہ کے فضل اور اس کے خاص کرم اور عنایت بے پایاں سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقوں کو عام کرنے کی توفیق ملی۔ حسب استطاعت ولیمہ مسنونہ کیا گیا۔ اس میں غریب و امیر کو دعوت دی گئی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بدترین ولیمہ وہ ہے جس میں امیروں اور دولت مندوں کو تو بلا لیا جائے اور غریبوں کو چھوڑ دیا جائے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک بی بیؓ کا ولیمہ دو سیر جَو سے کیا۔ اور حضرت صفیہؓ کے ولیمہ میں خوما، پنیر اور گھی کا مالیدہ تھا سب سے بڑا ولیمہ حضرت زینبؓ کا ہوا تھا۔ جس میں ایک بکری ذبح ہوئی گوشت اور روٹی لوگوں کو کھلائی گئی تھی، اور حضرت صفیہؓ کے ولیمہ میں محققین نے یہ بات کہی ہے کہ کھانا جو کچھ صحابہؓ کے پاس حاضر تھا سب جمع کر لیا گیا تھا وہی ولیمہ تھا۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ولیمہ وہ خود فرماتی ہیں کہ نہ اونٹ ذبح ہوا نہ بکری، بلکہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے گھر سے ایک پیالہ دودھ آیا بس وہی ولیمہ تھا۔ ایک طرف ازواج مطہرات اُمہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کے ان احوال کو سامنے رکھیں اور پھر اپنے حالاتِ معاشرہ کا بھی جائزہ لیں کہ اس کا سمجھنا کسی کے لئے مشکل نہیں جہاں یہ سب کچھ ہوا، وہاں مقدار مہر پر بھی نہ تکرار ہوئی نہ اصرار، دلہن کے والد سے مقدارِ مہر کا سوال ہوا تو اُنھوں نے کہا کہ حضرت قبلہ مدظلہ کا جو ارشاد ہو اسی کی تعمیل ہوگی۔ یہاں یہ بات بہت قابل غور ہے کہ دلہن کے والد کا ہر عمل حضرت کی غلامی میں ہوتا ہے اور واقعی اقرار غلامی کے بعد، اور ایک شیخ کے حوالے ہو جانے کے بعد تو ان کے اشارے پر لبیک کہنا ہی اس انسان کی سب سے بڑی سعادت ہے، بہرحال

اقرب الی السنۃ ہونے کی حیثیت سے صرف پانچ سو روپے مہر کا تعین ہوا۔ حضرت خدیجہؓ کا مہر پانچسو درہم تھا اور حضرت اُم سلمہؓ کا مہر کوئی برتنے کی چیز تھی جو دس درہم کی تھی اور حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کا مہر چار سو درہم تھا اور حضرت اُم حبیبہؓ کا مہر چار سو دینار تھا۔ تمام کی تمام ازواج مطہراتؓ اُمت مسلمہ کی مائیں ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ آج کا مسلمان ان کے پاکیزہ طریقوں کو اپنانے کے لیے تیار نہیں ہے کیا مسلمانوں کے لیے یہ سوچنے کا موقع نہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مکان کا سامان صرف سوا روپیہ کی ایک زرہ، ایک اونٹ کی کھال، اور پرانی یمنی چادر پر مشتمل تھا۔ اور بس سرکار دو عالم محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی چہیتی صاحبزادی کا جہیز کھجور کی چھال سے بھرے ہوئے چمڑے کے ایک گدّے اور ایک چار پائی اور ایک مشک اور دو چکیّوں اور دو گھڑوں پر مشتمل تھا اور بس کیا عوام وخواص، علماء وصلحاء ومشائخین وصوفیاء سب کے لئے یہ نمونہ عمل بتلانے، سمجھانے، عمل کرانے کے لئے کافی وافی اور شافی تھیں اور اس ناکارہ سے متعلق حضرت قبلہ مدظلہ کا یہ طرز تربیت اس چودھویں صدی ہجری اور بیسویں صدی عیسوی میں پورے عالم انسانیت کے لئے عموماً اور جنوبی ہندوستان کے مسلمانوں کے لئے خصوصاً حجت نہیں؟ خاص کر ان حالات میں جب کہ ہر طرف سے اس بات کی ہر ممکن کوشش کی جا رہی ہو کہ باطل اُبھرے اور صورت وسیرت، اخلاق کردار، عقاید وعبادات، اور معاملات کو بُری طرح مجروح کر دیا جائے ان حالات میں اُمت مسلمہ کے ہر فرد کی ذمہ داری ہے کہ وہ میدانِ عمل میں آئے اور لفظی نہیں، بلکہ واقعی طور پر اپنے کو مسلمان اور صاحبِ ایمان سمجھ کر حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی غلامی میں اپنے کو دیدے اور ایسے اللہ والوں کی اقتدا کرے جن کی زندگی باعتبار عمل قرآن و حدیث بن چکی ہو قابل مبارکباد ہیں وہ لوگ جو حضور پُر نور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ایک ایک طریقہ کو عملاً دنیا میں عام کریں کیونکہ فلاح ونجات اور کامیابی وکامرانی کا یہی واحد ذریعہ ہے!

اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ

نا اُمیدوں کو نوید راحت وآرام دیں

ایک ہو کر آؤ دنیا کو نیا پیغام دیں!!

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

OOO

انعامی شادی

یہ تحریر لکھی نہیں جارہی ہے۔لکھائی جارہی ہے۔اِس آپ بیتی کی وجہ تسمیہ سن لیجئے۔
احقر کی شادی کے دورانِ سفراس قدر اچانک انجام پائی، گویا پلک جھپک گئی ہو۔واپسی کے دوران سیدی ومولائی حضرت صوفی غلام محمد صاحب قبلہ دامت برکاتہم نے ارشاد فرمایا کہ اس شادی کی تفصیل لکھ ڈالی جائے۔امتثال امر میں تاخیر کی گستاخی ضرور ہوئی۔لیکن بحمد اللہ دیر سے سہی تعمیل حکم کی توفیق نصیب ہوئی۔علمِ صحیح کی روشنی میں احکامِ شیخ کی تعمیل عبادت ہے۔خصوصاً مرتبہ صالحیت میں حکم کے عواقب ونتائج کوٹٹولے بغیر، مصالح اور مضمرات کوکھوجے بغیراور خردِ مصلحت اندیش سے مشورہ کئے بغیر بلا چون وچرا تعمیل ہی مقصدِ سلوک ہے۔احقر کی یہ آپ بیتی ''الہامی شادی'' کے سلسلہ کی دوسری کڑی ہے۔اس لئے کہ زمانی ومکانی،عمرانی اورعرفانی اعتبارات سے اس کی نوعیت اول الذکر سے مشابہ ہے۔

وضوسے فراغت کے بعد جانماز پر بیٹھے ہوئے آپ بیتی کی تحریر کے لئے ہاتھ میں قلم لیا گیاہے۔تعمیلِ حکم شیخ میں مصروفِ عبادت ہونے کا ادراک بحمد اللہ مستحضر ہے۔

۲۳رمئی ۱۹۷۴ء کی شب بنگلور اکسپریس کے ذریعہ امی محترمہ کوساتھ لئے محبوب نگر اسٹیشن اُتر کر گھر پہنچے تو والدِ ماجد کو جاگتے پایا۔اورساتھ ہی یہ خبرسمع نواز ہوئی کہ مولانا کمال الرحمن صاحب ندوی خلف اکبر حضرت قبلہ مدظلہ کی شادی جامع مسجد محبوب نگر میں سنتوں کے احیاء کے ساتھ اپنی مکمل انفرادیت کواُجاگر کرتی ہوئی پایہ تکمیل کوپہنچی۔سنا گیا کہ نہ دوردراز کے رشتہ داروں اور احباب کوسفر کی زحمت دی گئی اورنہ مان سین کی نسلوں کودعوتِ نغمہ طرب دی گئی۔سادگی کا کمال دیکھا گیا کہ نوشہ کی والدۂ محترمہ (پیرانی ماں مدظلہا) تک کو اس عقدِ مسعود کی اطلاع نہیں دی گئی۔نہ نوشہ کے سرپر پھولوں کے پہاڑ لادے گئے اورنہ ان کے پُرنور چہرہ کو پھولوں کے نقاب میں چھپالیا گیا۔اللہ کے گھر میں اللہ کے ایک مہمان نے کچھ میلے کچھ اُجلے کپڑوں میں ملبوس، اپنے والدِ ماجد مدظلۂ کے محض اشارۂ ابرو پرسر جھکائے اسمٰعیلی کردار پوری متانت سے ادا کیا۔

یہ فیضانِ نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسمٰعیل کو آدابِ فرزندی

(اقبالؔ)

یہ سب سن کر کچھ دیر سکتہ کی سی کیفیت طاری ہوئی۔ پھر جیسے ہی حضرتِ والا کا چہرۂ فیض آثار اُفقِ ذہن پر نمودار ہوا، مقامِ حیرت بھی گردِ راہ بن گیا۔ دل نے بے ساختہ آواز دی کہ حضرتِ والا کی طرف سے ایسا نمونہ پیش نہ ہوتا تو مقامِ تعجب ہوتا۔ رات دیر تک سلسلہ کمالیہ کی انفرادیت اور امتیاز کا تذکرہ ہوتا رہا۔

اگلے دن کی سحر نے پیغام سفر دیا۔ بھائی کمال الرحمن صاحب کے ولیمہ میں شرکت کے لئے جانا تھا۔ نمازِ جمعہ سے فراغت کے بعد والدِ ماجد اور سلسلہ کے بعض احباب کے ہمراہ حیدر آباد پہنچے۔ نہیں نہیں، بلکہ پہنچائے گئے۔ حضرت والا کو ''دست بکار و دل بہ یار'' کے مصداق مہمانوں کی سربراہی میں پوری مستعدی کے ساتھ آستین چڑھائے مصروف دیکھا۔ اِس دور میں مشائخین کے طبقہ میں اِس سادگی اور جذبۂ خدمت کے عملی نمونے خال خال ہی نظر آتے ہیں۔ پھر ''تجلی کو تکرار نہیں'' کے مصداق دوسرے ہی صبح حضرتِ والا کو اپنے سفری بیاگ کے ساتھ رختِ سفر باندھے دیکھا گیا۔ دریافت پر معلوم ہوا کہ علاقہ کرناٹک کے ایک مقام ''عرفان گڑھ'' کا ارادہ فرما چکے ہیں۔ بھائی کمال الرحمن صاحب کے اصرار پر براہِ کوڑنگل دوسرے دن عرفان گڑھ حاضری ہوئی۔ رات دیر تک تصوف پر مواعظ سنتے رہے۔ صبح معلوم ہوا کہ حضرتِ والا سیڑم کا قصد فرما چکے ہیں۔ کسے خبر تھی کہ اسی صبح کے دامن میں ہمارے نکاح کی ساعت بھی ازل سے مقدر تھی۔ ۲۷ مئی ۱۹۷۴ء کو ہمارا قافلہ ایک خانگی سروس کے ذریعہ قبل از ظہر سیڑم پہنچا۔

برسبیل تذکرہ یہ وضاحت نامناسب نہ ہوگی کہ دو سال قبل احقر کی نسبت اپنے ماموں صاحب کی صاحبزادی سے بعض اصلاحی بنیادوں پر والد ماجد کی ایماء سے طے پاچکی تھی۔ بحمد اللہ دیگر خاندانوں سے دس ہزار اور پندرہ ہزار کی جوڑے کی رقموں کے ساتھ آنے والے پیامات کو خاطر میں لانا تو دور کی بات ہے۔ والد ماجد نے اُنھیں سننا بھی گوارا نہ فرمایا۔ بلکہ جواب میں فرمایا کہ جو بات عرصۂ دراز سے منبر پر بیان کی جارہی ہے۔ بحمد اللہ وہ ہماری زندگی میں مصداق کی صورت میں موجود ہے۔

نمازِ ظہر سے فراغت کے بعد حضرتِ والا کے ایک محبوب مرید جناب محمد عبدالباسط صاحب کو اچانک تیز بخار آ گیا۔ (واضح ہو کہ حضرت والا کی محض زندگی کو دیکھ کر اُنھوں نے سترہ سال قبل اسلام قبول کیا) بخار کی بحرانی کیفیت میں انہوں نے منجملہ چند بے ربط جملوں کے حضرتِ والا کے لاڑ اور خلوص کے انداز میں کہا۔ ''حضرت! آج عبدالحیٔ صاحب کی شادی ہو جانی چاہئے'' حضرتِ والا تو احیاءِ سنت کے ایسے مواقع کے متلاشی ہی رہتے ہیں۔ ارشاد ہوا ''ہاں ٹھیک ہے'' پھر کچھ دیر حضرت نے والدِ ماجد سے گفتگو فرمائی۔ یہ ساری تفصیل بعد میں احقر کے علم میں لائی گئی۔ اس وقت تو احقر صحنِ مسجد میں اس کارروائی سے یکسر بے خبر بھائی کمال الرحمن صاحب سے مصروفِ گفتگو تھا۔ اتنے میں جناب محمد یونس صاحب نے اطلاع دی کہ حضرت نے احقر کو یاد فرمایا ہے۔ بارگاہِ شیخ میں حاضری ہوئی۔ ارشاد ہوا ''کیوں بھائی! شادی کے لئے تیار ہیں؟'' اپنے تو گویا ہاتھوں کے طوطے اُڑ گئے۔ باسط بھائی کا بھلا ہو۔ کیا یہ ان کے بخار کا ثمرہ تھا؟ اِدھر نفس سرگوشی کر رہا تھا۔ کاش انھیں بخار ہی نہ آتا۔ نہ اس آزمائش میں مبتلا ہوتے اور نہ بھائی کمال الرحمن صاحب کے نکاح کے بعد اس قدر جلد ہماری خواہش کے حلال ہونے کی باری آتی۔ ہمیں تو حضرت شیخ مدظلہٗ کے سوال کا جواب دینا تھا۔ امتحان ایم، اے کے نتیجہ میں پیدا شدہ ذہنی تکان ابھی شادی کے معاملہ پر غور کرنے کا مشورہ نہیں دے رہی تھی۔ تاہم حواس کو یکجا کرتے ہوئے احقر نے جواباً عرض کیا کہ برادر عزیز عبدالحسیب مرحوم کے سانحہ ارتحال کو صرف (۸) ماہ گزرے ہیں۔ جس کے بعد سے امی محترمہ اختلاج قلب میں مبتلا ہیں۔ شادی میں اُن کی عدم موجودگی شائد اُن کے لئے قابل برداشت نہ ہو۔ بس یہی ایک فکر دامنگیر ہے۔ ورنہ تعمیل حکم میں سرِ تسلیم خم ہے۔

احقر کے جواب کو سُن کر حضرت والا نے چند منٹ آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر احقر کی جانب اس طرح دیکھا گویا انتقال فیضان فرما رہے ہوں۔ پھر حضرت کے چہرۂ پُر انوار کی رنگت بدلی جسے احقر کوئی معنی نہ پہنا سکا اور اس طرح دیکھتا رہا۔ گویا لوحِ محفوظ سے میرا نوشتۂ تقدیر نازل ہو رہا ہو۔

چند لمحوں بعد حضرت نے مشفقانہ انداز میں فرمایا۔ ایک صحابی رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے آئے۔ دریافت فرمایا۔ اتنے دن کہاں رہے۔ عرض کیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! میری شادی

ہوگئی۔عزیزوں کی شرکت تو دور کی بات ہے،خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شرکت کے بغیر بھی شادیاں ہوگئیں۔ایک اور روایت ارشاد فرمائی۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہؓ کو جہاد کے محاذ پر جانے کا حکم فرمایا۔ایک صحابی رضی اللہ عنہ دوسرے دن جمعہ کی نماز کے بعد ملے پوچھا۔گئے نہیں؟ صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔اِس لئے رُک گیا۔کہ آج نمازِ جمعہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے ادا کرلوں۔ایک اور دفعہ چہرۂ مبارک کا دیدار نصیب ہو۔میرے پاس تیز اونٹنی موجود ہے۔جا کر قافلہ سے مل جاؤں گا۔ یہ سُن کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جنت میں تمہارا داخلہ آگے گئے ہوئے لوگوں کے مقابلہ میں پانچ سو برس بعد ہوگا۔

اِس روایت کے رموز کی تفہیم کے بعد حضرت نے پھر فرمایا: ''اب آپ کیا فرماتے ہیں؟'' بحمد اللہ احقر کی زبان سے نکلا۔''اب میں تیار ہوں''۔ادھر دوسری جانب بھائی باسط صاحب محترم مسکرائے جارہے ہیں۔گویا شادی انہی کی ہونے والی ہے۔سچ تو یہ ہے کہ بخار اِن محترم کو آیا اور پسینہ میں شرابور ہم ہو رہے ہیں۔ایک اور جانب گھوم کر ہم نے وسیلۂ جسم و جان علم و عرفان والد ماجد کو دیکھا تو یہ نہایت شاداں وفرحاں محترم تایا جان مدظلۂ سے مصروف گفتگو ہیں۔ خوشی کے مارے چہرہ سرخ ہے۔گویا دونوں جہانوں کی دولت اِس پتھریلے سیڑم کی مسجد میں مل گیا ہے۔بیٹے کی سعادت مندی پر غالباً اِس قدر اعتماد تھا کہ اِس سلسلہ میں کچھ پوچھنا مطلقاً ضروری خیال نہیں فرمایا۔

محترم ماموں صاحب بلائے گئے۔حضرت نے ان سے فرمایا ''آپ کی صاحبزادی کی نسبت عبدالحئی صاحب کے ساتھ طے ہے نا؟'' اُنھوں نے اثبات میں جواب دیا۔پھر فرمایا ''آج بعد عصر نکاح کا مشورہ ہے''۔اُنھوں نے روایتی انداز میں کہا کہ میں نے تمام بچیوں کی شادیاں نہایت اہتمام سے کی ہیں۔لوگ بھی انھیں مثالی شادیاں سمجھتے ہیں۔حضرت نے ''مثالی شادی'' والی اصطلاح کی وضاحت احیاءِ سنت کی روشنی میں اس طرح فرمائی کہ سوائے تسلیم کے چارہ نہ رہا۔اس کے بعد ماموں صاحب نے کہا کہ زنانہ کسی شادی کی تقریب میں کوٹ پلی گیا ہوا ہے۔ مستقر پر کوئی نہیں ہے۔حضرت نے فرمایا ''آپ تو ہیں۔آپ کے ذمہ صرف قاضی کو بلانے کا کام ہے۔دُلہن اور اس کے رشتہ داروں کے بغیر ایسی ہی ایک شادی ایک ہفتہ قبل ہوچکی ہے''۔

باسط بھائی کل (۴۵) روپے جیب میں ڈالے، بخار کے حال میں جھومتے ہوئے خوشبو،

اور میٹھے کے انتظام کیلئے مسجد سے باہر تشریف لے گئے۔ میٹھا فراہم ہوگیا۔ البتہ بھائی کمال الرحمن صاحب نے صحنِ مسجد سے سدابہار کے پھول توڑے ہار ترتیب دیا گیا۔ احقر کے پھٹے ہوئے قمیص پر حضرت نے اپنا رومال اُڑھایا۔لیکن بعد میں حضرت ہی کے حکم پر بھائی کمال الرحمن صاحب کی شیروانی احقر کو پہنائی گئی۔ صرف دیڑھ گھنٹہ کی تیاری کے بعد حضرت نے خطبۂ نکاح کی تقریب کا اعلان بعد نماز عصر فرمایا۔

یہ آپ بیتی نامکمل رہ جائے گی اگر بھائی باسط صاحب کے اُس تمہیدی خطاب کو نظر انداز کر دیا جائے جس کو سن کر اہل محفل کے قلوب میں ایمان کی حرارت تازہ پیدا ہوئی۔ روحوں پر غیرت وحمیت دینی کے تازیانے لگے اور آنکھوں کو نور بصیرت نصیب ہوا۔ نشہ ایمان میں چور اور مستی اتباع میں مخمور موضوع کی وضاحت سے قبل اُنھوں نے خود اپنا تعارف کرایا کہ چند سال قبل وہ خوگرِ پیکر محسوس تھے۔ کفر وشرک کے ماحول کے پروردہ تھے۔ بچپن سے حضرت کو دیکھتے رہے۔ آخر کار صرف حضرت کے اعمال کو دیکھ کر اسلام قبول کیا۔ زمانۂ کفر میں صرف میٹرک کامیاب تھے اور آج بفضل الٰہی ایم۔اے۔بی ایڈ ہیں۔ کافرہ بیوی چھٹی تو اللہ نے ایک مومنہ کو بیوی بنایا۔ ایک لڑکی چھٹی تو اللہ نے (۴) لڑکے اور (۲) لڑکیاں عنایت فرمائیں۔ جو حفظِ قرآن میں مصروف ہیں۔

ایک اور حیرت ناک بلکہ عبرت ناک انکشاف انھوں نے یہ کیا کہ اپنے قبولِ اسلام کی تاریخ یاد دلا کر کہا کہ اِس تاریخ سے آج تک ان کی کوئی نماز قضا نہیں ہوئی۔ عوام ہی کو نہیں خواص کو بھی اِس آئینہ میں اپنے چہرے دیکھنا ہے۔ اس کے بعد کہا کہ اِس محفل نکاح میں بعضوں کو یہ خیال ہو رہا ہوگا کہ فریقین کے غریب ہونے کی وجہ سے یہ شادی سادگی کے ساتھ ہو رہی ہے۔

لیکن اصلاً ایسا نہیں ہے۔ بحمد اللہ دُلہا مدرس، دُلہے کے والد لکچرر اور دُلہن کے والد محکمہ پولیس کے انچارج افسر ہیں۔ اِس کے باوجود صرف (۴۵) روپیوں میں شادی کی تکمیل کا مقصد صرف اور صرف احیاءِ سنت ہے۔ باسط بھائی سے مشورہ کے بعد حضرت نے (۵۰۰) روپے زرِ مہر طے فرمایا۔ حضرت نے خطبۂ نکاح پڑھا۔ پھر اُردو میں خطبۂ مسنونہ کی تشریح فرمائی۔ اثر آفرینی کو الفاظ کا جامہ پہنانا مشکل ہے۔ اہلِ محفل کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ حضرت

نے احیاءِ سنت کی تلقین فرمائی۔ سیڑم اور کرناٹک کے مسلم نوجوانوں کی غیرت کو للکارا۔ ارشاد فرمایا: شادی زیورات سے نہیں کی جاتی۔ کپڑوں اور سکّوں سے نہیں کی جاتی۔ شادی صالحہ عورت سے کی جاتی ہے کوئی نوجوان! جو سامنے آئے اور بتائے کہ وہ واقعی مرد ہے اور شادی کرنا چاہتا ہے۔ انشاء اللہ اِسی محفل میں اس کی شادی ہوجائے گی''۔ حضرت کے ارشادات کی بلند آہنگی کا حال یہ تھا کہ گویا آنے والی صدیوں تک احیاءِ سنت کا پیام پہنچانا چاہتے ہیں۔ بحمد اللہ مغرب سے قبل ایک عبادت کی تکمیل ہوئی۔ **الشکر وللہ علی احسانہ**

امتثال امر میں آپ بیتی لکھی گئی۔ ورنہ حقائق سے ہٹ کر واقعہ نگاری کا میلان مطلقاً نہیں ہے۔ احقر اپنی شادی کو اللہ تعالیٰ کا انعام سمجھتا ہے۔ دُعا ہے کہ فسادِ اُمت کے اِس دور میں مسلمانوں اور خصوصاً نوجوانوں کو احیاءِ سنت کے اِن زندہ وتابندہ نمونوں پر عمل کرنے کی توفیق نصیب ہو۔ آمین

والحمدللہ رب العلمین

احقر محمد عبدالحیٔ عفی عنہ

OOO

پیامِ زندگی

آج تک پوشیدہ تھا مفہوم رازِ زندگی / زندگی تھی آج تک محروم رازِ زندگی

اے خوش ایں ساعت کھلے گا آج باب زندگی / زندگانی دیکھ لے گی آب و تابِ زندگی

آج اک معصوم جوڑا زندگی کی راہ پر / جادہ و پیما ہو رہا ہے باندھ کر عزمِ سفر

میں اسے سمجھاؤں گا کیا ہے نظام زندگی / کھول دونگا اس پہ میں رازِ دوامِ زندگی

ساتھ لے چل اسکو اے محوِ خرام زندگی
راہ میں کام آئے گا میرا پیامِ زندگی

مسکرانا یہ سکھائے گا تجھے آفات میں / نور بن کر راہ دِکھلائے گا یہ ظلمات میں

پستیوں میں شوق بن کر تجھ کو تڑپائے گا یہ / رفعتوں میں جوش بنکر تجھ کو بھڑکائیگا یہ

فتح کی کرنیں دکھائے گا شکستوں میں تجھے / زندگی سکھلائے گا باطل پرستوں میں تجھے

برق بن کر یہ کرے گا عقل کے خاشاک پر / عشق بن کر لے اڑے گا رفعتِ افلاک پر

نطق بن کر یہ سنوارے گا تری گفتار کو / درد بن کر یہ نکھارے گا ترے کردار کو

ساتھ لے چل اسکو اے محوِ خرامِ زندگی
راہ میں کام آئے گا میرا پیام زندگی

زندگی کیا ہے محمدؐ کی محبت کے سوا   بندگی کیا ہے محمدؐ کی اطاعت کے سوا
خود اطاعت بھی ہے کیا پاسِ شریعت کے سوا   ہیچ ہیں سارے حقایق اس حقیقت کے سوا
عصرِ حاضر دے رہا ہے دعوت رزم حسینؓ   ہے ضرورت تجھ میں پیدا ہو وہی عزمِ حسینؓ
ہاں مصائب میں کبھی آئے نہ ماتھے پر شکن   مسکرا کر راہ میں حق کی لٹانا جان وتن
عشق راہِ شوق میں ٹھوکر نہ کھائے دیکھنا   پائے استقلال میں جنبش نہ آئے دیکھنا
زندگی کی راہ میں پیش آئیں کانٹے یا کہ پھول   چھوٹنے پائے نہ ہرگز دامن عشقِ رسولؐ

ساتھ لے چل اسکو اے محوِ خرام زندگی راہ
میں کام آئیگا میرا پیام زندگی

ہے رفیقہ کیلئے خاتونِ جنت کی مثال   جس میں بیوی اور ماں کی سیرتوں کا ہے کمال
وارثِ شمشیر و قرآں حامئ دین مبیں   با عمل اس کو بنا دے اے الٰہ العالمیں
طاعتِ کامل کی دے توفیق دونوں کو خدا   زندگئ کاملاں ، اولاد صالح کر عطا

فقیر محمد عبد القیوم جاویدؔ

دینی شادی

دیک کو سکتے میں ہوں پیر مدظلہ کے کاماں سارے   بول سکتیچ نیں میں پیر مدظلہ کے باتاں سارے
شادی بیٹے کی تماشے سے کیں جی حضت مدظلہ   لوگاں دنگ دیک کو سن کو ہوئے حیراں سارے
کر کو تفسیر مسد میں دُعا بیٹے مانگے   باپ کے اُٹکو کہ بیٹھے رہیں لوگاں سارے
عقد کے واسطے ہے بیچ مبارک محفل   بدعتی رسماں کے بیچ کاٹ دیو منڈیاں سارے
بُلاؤ دولن کے ولی کو بھی بلاؤ قاضی کو   لینے دینے کے جلا دیں گے خیالاں سارے
قاضی آئے آیا ولی دولن کے چچا آئے   تھی کڑنگل میں دُلن دور عزیزاں سارے
کوئی یہ بولے دُلن نیں ہے عقد نیں ہونگا   مسئلہ دیکھنے کھولیں جی کتاباں سارے
ہوتی جو بولیں تو کوئیں بات سمج میں نیں آئی   حضتیچ پڑ کو سنائیں شرع کے فرماں سارے
پھول کا پتلا سا اک ہار تھا دھوے سو کپڑے   دُسرا ہار مل کو پنائیں دولے کے دوستاں سارے
ویچ تخت جسپو ہوئی تفسیر بنیا مند بی   سمجھے سب بندگی ہیں دین کے کاماں سارے
چچا دولن کے وکیل منہاج و یوسف تھے گواہ   مہر پانسو پہ ہوئے عقد کے پیماں سارے
بعد ایجاب ہوا اور ہوا پہلے ''قبول''   ایک دن میچ مگر ہو گئے کاماں سارے
عقد ہوتیچ نچھاور کریں مصری بادام   لوٹیں کِتّا کی ادب سے اُسے لوگاں سارے
محفلِ عقد سے اُٹھتیچ ولی اور وکیل   گئے کڑنگل لئے ایجاب کے ارماں سارے
بعد ایجاب کے محبوب نگر پھر آئے   مختصر دین کی شادی کے ہیں باتاں سارے
ہو گیا عقد مگر دھوم ہے شادی کی ابی   دین آسان ہے مشکل ہیں سور سماں سارے
پیروی کر کے نبی کی لئے دولن کو ولی   پہنچا بلدے کو تو سب کے کھلیں آنکھیاں سارے
جیسا بولتے تھے حضت آیا وقت کر کو دکھائے   باتاں کانوں میں تھے آنکھیاں میں ہیں کلاں سارے

دردِ کتے کی مبارک ہیں کمال سلمہٗ اور خلیق سلمہا
پورے اللہ کرے ان کے مراداں سارے

نوٹ: یہ ایک دہقانی نظم ہے جو حضرت شاہ کمال الرحمن صاحب دامت برکاتہم کے نکاح پر حضرت کے خسر محترم شاہ عبدالرحیم دردؔ رحمۃ اللہ علیہ نے ترتیب دی تھی۔

کمال کی شادی

شادی کے سر سے کوہ رسومات ٹل گیا کامِل ولی کے فیض سے باطل عمل گیا
ارمان خونچکاں ہیں تو مقتول آرزو سنت کا وار پیکرِ بدعت پہ چل گیا
احیائے دیں وسنت نبوی کے فیض سے کس آرزو کا نفس کی خواہش کا بل گیا
شادی کا ہے کمال یہ شادی کمآل کی وہ برق جس سے خرمن بدعات جل گیا
حاضر عروس ہے نہ اُقارب شریک ہیں مسعود عقد شرع کے سانچے میں ڈھل گیا
کرتے ہیں کام عقد میں کیا کیا ولی وکیل پڑھ پڑھ کے مسئلے کو ہر عالم سنبھل گیا
اس مارِ رسم وریت کا کچلا گیا ہے سر اُمت کی آستیں میں جو غفلت سے پل گیا
اعلانِ عقد مجلسِ قرآں میں جب ہوا معیار سامعین کا نقشہ بدل گیا
حضرت کے فیضِ خاص سے آسان ہوئی یہ راہ ورنہ قدم یہاں جو پڑا ہے پھسل گیا
جوڑا بنا ہے ایسا کمال سلمہ وخلیق سلمہا کا ناموں کے جوڑ میں سنِ نسبت نکل گیا

گم جوشِ اتباع میں پایا جو پیر مدظلہٗ کو
اے دردؔ دِل میں شوقِ اطاعت ابل گیا

ooo

جمال کی شادی

شادی جمال کی ہے شریعت لئے ہوئے
حُسن و جمال جلوۂ سنت لئے ہوئے

فہم قرآنِ پاک ہے دامانِ حفظ میں
فہم رسا ہے حُسنِ ذکاوت لئے ہوئے

معبود کے حضور میں ہیں ''عبد'' اور امت
جذب و سرور و شوقِ عبادت لئے ہوئے

سہرا سروں پہ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ ہی کا ہے
ہیں پھول رنگ و بو سے تلاوت لئے ہوئے

آسان ترین عقد کا معیار بن گئے
سرکارؐ کے عمل سے سعادت لئے ہوئے

مسعود کس قدر ہے یہ جوڑا بھی جوڑ بھی
اللہ کی نبیؐ کی بشارت لئے ہوئے

اس دور میں ہے دردؔ نمونہ بنا ہوا
صوفی کا عزم خاص کرامت لیے ہوئے

تصانیف

حضرت شاہ صوفی غلام محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

١ آئینۂ غلام
٢ مکتوباتِ غلام
٣ کلامِ غلام
٤ تنویر سبع مثانی
٥ متاعِ کمال
٦ بحرِ معرفت
٧ مکاتبِ عرفانی
٨ تبرکاتِ حرمین
٩ ملفوظات
١٠ سرزمینِ دکن میں
١١ نجات اور درجات کا راستہ
١٢ دعوت و تبلیغ
١٣ اسرار خطبہ نکاح
١٤ مقامِ انسانی (زیر طبع)
١٥ تجلیاتِ علمی (زیر طبع)
١٦ کلمہ طیبہ (زیر طبع)
١٧ الشجرۃ العالیہ

ملنے کا پتہ:

Md. Fazl e Rahman Mahmood
H. No. 19-4-281/A/39/1, Nawab Sahab Kunta, Saleheen Colony,
Near Nehru Zoological Park, Hyderabad, 53, T.S., INDIA
Phone : 040-24476095 - Cell : 7702626695
Website : www.silsilaekamaliya.com

AISH Offset Printers, 65871440, 9346338145, 9391110835